ریویو ریویو آف ریلیجنز 1914 کا صفحہ 234

اس سے بہتر حالت میں میسر نہیں ہے۔

تمام جلدیں چیک کر لی ہیں۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

Digitized by Khilafat Library

جلد ۱۳ | بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۴ء | مطابق رجب سنہ ۱۳۳۲ھ | نمبر ۶

چندہ سالانہ عام عہ طلباء سے عہ

فہرست مضامین

انجیلی کفارہ ۱۹۷-۲۱۶
احمد کی پیشگوئیاں ۲۱۷-۲۳۲
ایک ضروری اپیل ۲۳۳-۲۳۴
گوشوارہ ۲۳۵-۲۳۶

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰۔ جون سنہ ۱۹۱۴ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

اعلان

صدر انجمن احمدیہ قادیان نے تیرہ چودہ ہزار روپیہ خرچ کرکے مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔ ملازم صدر انجمن احمدیہ سے قرآن شریف کا ایک انگریزی ترجمہ مع نوٹس تیار کرایا ہے اس کے متعلق انجمن کے سوا اور جگہ بھی سُنا ہے کہ روپیہ جمع کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس لیئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جو اصحاب اس کار خیر میں چندہ دینا چاہیں وہ براہ راست محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور کے نام بھیجا جاوے۔ کیونکہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سوا اور کسی کو اس ترجمہ کے شائع کرنے کا حق نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اس ترجمہ کی اشاعت کے لیئے صدر انجمن کے سوا کسی اور جگہ روپیہ بھیجے گا تو وہ اپنے مال کو غیر ذمہ وار ہاتھوں میں دیکر ضائع کرے گا۔ صدر انجمن احمدیہ ایک رجسٹرڈ باڈی ہے اس کے ہاتھ روپیہ دینے سے کسی کو نقصان کا اندیشہ نہیں۔ اسکے سوا اور کوئی شخص واحد یا انجمن اس ترجمہ کے شائع کرنے کی مجاز نہیں اور نہ وہ اس غرض کے لیئے روپیہ وصول کرنیکی قانوناً مجاز ہے لہٰذا پبلک کی اطلاع کیلیئے اعلان شائع کیا جاتا ہے

شیر علی سکرٹری
صدر انجمن احمدیہ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

انجیلی کفارہ (نمبر ۳)

(۲۰) متی باب ۱۸ ورس ۲۳ **مضمون**:- اس لیئے کہ آسمان کی بادشاہت ایک بادشاہ کی مانند ہے جس نے اپنے لوگوں سے حساب لینا چاہا جب حساب لینے لگا ایک کو اُسکے پاس لائے جس سے اُسکو دس ہزار توڑے پانے تھے پر اسواسطے کہ اُس پاس کچھ ادا کرنے کو نہ تھا اُسکے خداوند نے حکم کیا کہ وہ اور اُسکی جورو اور اُسکے بال بچے اور جو کچھ اُس کا ہو بیچا جاوے اور قرض بھر لیا جاوے تب اُس نوکر نے گر کر اُسے سجدہ کیا اور کہا اے خداوند صبر کر کہ مَیں تیرا سارا قرض ادا کروں گا اُس نوکر کے صاحب کو رحم آیا اور اُسے چھوڑ کر قرض اُسے بخش دیا اُس نوکر نے نکل کے اپنے ساتھی نوکروں میں سے ایک کو پایا جس پر اُسکے سو دینار آتے تھے اُس نے اُسکو پکڑ کر اُس کا گلا گھونٹا اور کہا جو میرا آتا ہے مجھے دے تب اُس کا ساتھی نوکر اُسکے پاؤں پر گرا اور اُس کی منّت کر کے کہا صبر کر کہ مَیں سب ادا کروں گا پر اُس نے نہ مانا بلکہ جا کے اُسے قیدخانہ میں ڈالا کہ جب تک قرض ادا نہ کرے قید رہے اُسکے ساتھی یہ ماجرا دیکھ کر نہایت غمگین ہوئے اور جا کر اپنے خاوند سے تمام احوال بیان کیا تب اُسکے خاوند نے اُسے بلا کر اُس سے کہا کہ اے شریر جا کر

میں نے وہ سب قرض تجھے بخش دیا کیونکہ تو نے میری منّت کی تو کیا لازم نہ تھا کہ جیسا میں نے تجھ پر رحم کیا تو بھی اپنے یتیم دوست پر رحم کرتا سو اُسکے خاوند نے غصہ ہوکے اُسکو داروغہ کے حوالہ کیا کہ جب تک تمام قرض ادا نہ کرے قید رہے اسی طرح میرا آسمانی باپ بھی تم سے کریگا کہ ہر ایک تم میں سے اپنے بھائیوں کے قصور کو دل سے معاف نہ کرے گا۔

تنقید:- یہ تمثیلات اس غرض سے پوری نقل کر دی ہیں کہ ان میں بڑی بڑی روحانی حکمتوں کا بیان کیا گیا ہے سمجھنے والے سمجھیں اور غور کرنیوالے غور کریں دیکھنے والے دیکھیں ایک اولی العزم نبی علیہ السلام کس خوبی اور کس حکمت سے روحانی فضائل کی تبلیغ کر رہا ہے اور کس عمدگی سے لوگوں کے دلوں پر مذہبی خوبیوں کا نقش کرنے کی کوشش کیجاتی ہے حضرت مسیح علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ آسمانی بادشاہت ایک بادشاہ کی مانند ہے یہ مناسبت اس واسطے بیان کی گئی تاکہ لوگوں کو مطلب تماثیل کا آسانی کے ساتھ سمجھ آجائے بادشاہ نے اپنے قرضوں کا اپنے نوکروں سے مطالبہ کیا اور جس نوکر سے دس ہزار قرضہ لیا اُسکے اعتراف اور منت پر اُسکو رحم کرکے بخش دیا جب اُس نوکر نے اپنے قرضدار کو نہ بخشا حالانکہ اُسی کی طرح اُس نے منت بھی کی تھی تو بادشاہ نے اُسے بلا کر ڈانٹا اور قید کر دیا۔ اور اُسکو یہ ہدایت کی کہ جسطرح مینے تجھکو قرضہ بخش دیا تھا اسی طرح تو بھی اپنے قرضدار پر رحم کرتا اخیر پر حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی طرح پر آسمانی باپ بھی تم سے کرے گا اگر تم بھی اپنے بھائیوں کے قصور معاف نہ کروگے اس سے کتنی باتیں نکلتی ہیں۔

(الف) ایک دوسرے پر رحم کرو۔

(ب) ایک دوسرے کے قصور معاف کرو۔

(ج) معافی قصور کے واسطے لازمی ہے کہ منت اور خواہش کی جائے۔

(د) قصور کا اعتراف کیا جائے۔

(ھ) خدا بھی رحیم اور کریم ہے۔

سرسری سوچ ہی کے بعد کہو کیا ان حالات میں کفارہ باقی رہتا ہے اور کیا یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ خدائے رحیم کو رحم اور فضل کا اختیار ہے جس طرح بعد کسی فدیہ اور قربانی کے ایک نوکر کو دس ہزار بخش دیا صرف منت سماجت پر اُسی طرح خدا بھی بلا کسی کفارہ اور فدیہ کے بخش سکتا ہے کیونکہ وہ رحیم اور کریم ہے اگر کہا جائے کہ کفارہ ہی ایک طریق معافی ہے اور اس وعظ میں بھی کفارہ ہی مراد تھا تو یہ خلاف منشائے کلام اور موقعہ کے ہوگا کیونکہ ان تمام تمثیلوں کی بنیاد اعتراف گناہ اور منت پر ہے منت کیا ہے خود معافی چاہنا اور توبہ کرنا۔ کفارہ میں یہ باتیں نہیں ہیں کفارہ میں تو ایک بے گناہ نبی کو پھنسایا گیا ہے دوسروں کو تو کوئی خبر بھی نہیں جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اُنکے گناہوں کی بابت بھی کفارہ ہو جانا ایک عجب منطق ہے گناہ ایک فعل اور ایک پھل ہے جب کوئی فاعل اور عامل بھی نہ ہوگا تو اُن کے افعال اور اعمال کی بابت کفارہ کیسے ہو سکتا ہے اگر کہا جائے کہ بپتسمہ پانے کے وقت بپتسمہ پانے والا اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے کفارہ کا اقرار کرتا ہے اس صورت میں گویا منت ہی سے ایک قسم کا اعتراف ہوگیا تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ تماثیل میں قرض کا معاف کر دینا بلا کسی معاوضہ کے ہے اور کفارہ میں ایک معاوضہ دیا گیا ہے دونوں صورتیں ایک نہیں ہیں بایں وجوہ ان دونوں میں مناسبت کا دعویٰ درست نہیں ہو سکتا۔

(۲۱) باب ۱۹ - ورس ۱۳ و ۱۴ - **مضمون**:- تب لوگ چھوٹے لڑکوں کو اُس پاس لائے کہ وہ اُنپر ہاتھ رکھے اور دعا کرے پر شاگردوں نے اُنہیں ڈانٹا۔ یسوع نے اُن سے کہا کہ لڑکوں کو چھوڑ دو اور انہیں میرے پاس آنے سے منع نہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت ایسوں ہی کی ہے۔

تنقید:- یہ تمثیل بعد ذکر ایک پہلی تمثیل میں بھی آچکا ہے اسکی بھی ویسی ہی صورت اور شکل ہے مزید تفسیر اور تنقید کی ضرورت نہیں۔

(۲۲) باب ۱۹ - ورس ۱۶ تا ۲۱ - **مضمون** :- اور دیکھو ایک نے آکے اُسی سے
کہا اے نیک اُستاد مَیں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں اُس نے
اُسے کہا تُو کیوں مجھے نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا پر اگر تُو
زندگی میں داخل ہُوا چاہے تو حکموں پر عمل کر اُس نے اُسے کہا کون سے حکم یسوع
نے اُسے کہا یہ - تُو خون نہ کر زنا نہ کر چوری نہ کر جھوٹی گواہی نہ دے اپنے باپ اور
اپنی ماں کی عزت کر اور اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپ کو - اُس جوان نے اُس سے
یہ کہا یہ سب کچھ مَیں لڑکپن ہی سے مانتا آیا اب مجھے کیا باقی ہے یسوع نے کہا
اگر تُو کامل ہُوا چاہے تو جا سب کچھ جو تیرا ہے بیچ ڈال اور محتاجوں کو دے کہ
تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا تب آکے میرے پیچھے ہو لے -

تنقید :- اس لاثانی وعظ میں امور ذیل قابل غور اور قابل بحث ہیں -

(الف) نیک کام یا نیکی -

(ب) ہمیشہ کی زندگی -

(ج) دائمی زندگی کا داخلہ -

(د) تعمیل احکام -

(ہ) تفصیل احکام -

(و) ترک دنیا یا ترک مال و اموال -

(ز) سوائے خدائے کریم کے اور کوئی نیک نہیں -

ان آیتوں کو سرسری نظروں سے نہ دیکھو اور سرسری نہ پڑھو انہیں ساری شریعت
اور ساری توریت اور سارا صوفی ازم بھرا ہے اگر غور کرو گے تو پاؤ گے سوچو گے
تو مطلب نکال لو گے عقیدہ اور شَے ہے اور الفاظ و احکام کا مطلب اور شَے ہے
شاگرد یہ پوچھتا ہے اے محترم مسیح علیک السلام میں کونسا کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی
پاؤں عقیدت کی بحث نہیں اُٹھائی گئی بلکہ افعال اور اعمال کا سوال زیر بحث لایا گیا ہے
محترم مسیح علیہ السلام نے جواب میں سب سے اول یہ کہا کہ تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے

عسا بعض وقت عیسائی صاحبان کی طرف سے یہ سوال ہُوا کرتا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام نے بخشش گناہوں کے واسطے دعائیں کی ہیں اور استغفر اللہ کا ورد کیا ہے اس واسطے وہ اعترافی گنہگار ہیں - (نعوذ باللہ)

خدا کے سوائے کوئی نیک نہیں اللہ اکبر ایک اولی العزم نبی علیہ السلام کی عبودیت ہو تو ایسی ہی ہو اعتراف بشریت ہو تو ایسا ہی ہو انسانیت کا اقرار ہو تو ایسا ہی ہو اپنی ذات کو خدا کے سامنے ہیچ ثابت کرنا ہی نبوت اور رسالت کا ایک خاصہ ہے رسولوں کی فطرت ہی ایسی ہوتی ہے نبیوں کو دل ہی ایسے دیئے جاتے ہیں نبی اور مرسل دنیا میں اس واسطے نہیں آتے کہ خدا میں اور انسانیت میں کوئی مابہ الامتیاز نہ رکھیں اور الوہیت اور عبودیت کے ڈونڈے ملا دیں بلکہ اسواسطے کہ الوہیت کو قائم رکھکر انسانیت ہی کے دائرہ میں رکھکر لوگوں یا متلاشیوں کو معارج ترقی پر پہنچادیں کس وضاحت سے حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ اقرار کیا ہے کہ خدا کے سوائے اور کوئی نیک نہیں ہے اُنکا یہ ایک رجسٹری شدہ اقرار اور وثیقہ ہے۔ اب اگر ہم اس سے انکار کریں تو ہماری ادبی غلطی ہے نعوذ باللہ اس آیت اور اس جواب کے مطابق یہ کہا جائے گا کہ مسیح علیہ السلام معصوم نہ تھے لفظ (کوئی) ہر ذات کی نفی کرتا ہے جس میں خود حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات بھی شامل ہے اس کی تاویل اگر کچھ کیجائے

بقیہ حاشیہ - حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی بر دے اس آیت انجیل متی کے اُسی ٹون اور اُسی لہجہ میں خود کو نیک نہیں کہا اور سچ ہے بھی یوں کہ ذات صمدیت کے مقابلہ کون انسان خود کو نیک کہہ سکتا ہے اگرچہ نبی اور مرسل کامل ہوتے ہیں اور معصوم مگر اُن کا کمال اور اُن کی معصومیت حد بشریت میں ہوتی ہے نہ کہ حد الوہیت میں جس طرح انسان بھی بعض اشیاء کا خالق ہے اور ایک حد تک قادر سمیع و بصیر بھی۔ مگر اُسکی خالقیت۔ قدرت سماعت اور بصارت خدائی خالقیت خدائی قدرت خدائی سماعت اور خدائی بصارت سے کیسے مل سکتی ہے توبہ توبہ جو انسان جو بشر ۹ ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہے ہوں جو علقہ اور مضغہ بن کر جنین سے نکلے ہوں وہ خدا سے کب ٹکر کھا سکتے ہیں خواہ آدمؑ ہو۔ خواہ ابراہیمؑ۔ خواہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور خواہ محمد صلعم ہو۔

تو وہ خلاف اس قول کے ہو گی تصنیف را مصنف نیکو کند بیان جب حضرت مسیح علیہ السلام خود ہی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں تو دوسروں کے واسطے چون وچرا کی کیا ضرورت اور موقعہ ہے۔ لیکن یہ نہیں حضرت مسیح علیہ السلام ایک معصوم نبی تھے

تا چند ہم چو شمع زباں آوری کنی

پروانہ مراد رسید اے محب خموش

جب اپنے ہی قول سے حضرت مسیح علیہ السلام نیک نہیں تھے تو پھر کفارہ باقی نہیں رہ سکتا کیونکہ جب وہ نیک نہیں تھے تو پھر کس طرح دوسروں کے گناہ اُٹھا سکتے ہیں اور کس طرح اُنہیں منجی کا منصب مل سکتا ہے اور اگر واقعی (نعوذ باللہ) مسیح علیہ السلام ایسے ہی تھے تو پھر کفارہ کی صورت میں ضروری تھا کہ سب سے اول حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی کفارہ کی ضرورت پڑتی کیونکہ منجی صادق وہی ہو سکتا ہے جو خود صاف اور پاک ہو۔

دائمی زندگی کیا ہے دوسرے الفاظ میں نجات اور مکتی۔ خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا کیا ہے نجات پانا ایسی دائمی زندگی کے واسطے سائل نے سوال کیا کہ وہ کیونکر مل سکتی ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تعمیل احکام اور اعمال سے کونسے افعال اور احکام خون نہ کرنا۔ زنا نہ کرنا۔ چوری نہ کرنا۔ جھوٹی گواہی نہ دینا ماں باپ کی عزت کرنا پڑوسی سے ہمدردی اور مروت۔ سائل نے عرض کی میں تو پہلے سے ہی ان افعال اور ارتکابات سے محترز ہوں حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا صدقہ اور خیرات کرو کل مال محتاجوں کو دیدو اور میرے ساتھ ہو لو جو باتیں سائل کو کہی گئی ہیں جو تعلیم دی گئی ہے وہ سب عملی ہے جس سے ثابت ہے کہ نجات کے واسطے کفارہ کی ضرورت نہیں بلکہ اعمال کی۔ فدیہ کی حاجت نہیں بلکہ افعال نیک کی حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے واسطے۔ نجات پانے کے لیئے نیک اعمال ہی کی ضرورت ہے نیک افعال ہی سے رضائے مولا حاصل ہوتی ہے صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ اگر تو کامل ہُوا چاہتا ہے

تو انہی اعمال سے ہو سکتا ہے اگر ان الفاظ کی کوئی اور تاویل موید کفارہ کیجاتی ہے تو وہ بلا خاص وجوہ کے قابل تسلیم نہیں ہے۔

(۲۳) باب ۱۹۔ ورس ۲۳ تا ۲۶۔ **مضمون**:۔ تب یسوع نے شاگردوں سے کہا مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے بلکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکا سے گذر جانا اُس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو جب اُسکے شاگردوں نے یہ سنا تو حیران ہو کے بولے پھر کون نجات پا سکتا ہے یسوع نے اُنپر نظر کر کے اُنہیں کہا یہ انسان سے نہیں ہو سکتا پر خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔

تنقید:۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے دولتمندوں کے خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کو ایسا ہی مشکل ٹھہرایا ہے جیسے کہ سوئی کے ناکا سے اونٹ گذر جائے انجیلی رنگ میں یہ محض ناممکن ہے پھر نہیں معلوم کہ کفارہ پر یقین کر کے دولتمند کس طرح نجات پا سکتے ہیں یہ کہا جائیگا کہ جب اُن کا ایمان کفارہ پر ہوگا تو پھر کیوں نجات نہ پائیں گے یہ درست ہے مگر حضرت مسیح علیہ السلام نے جو شرط لگائی ہے وہ بہت کچھ پیچیدہ اور اٹل ہے چنانچہ خود شاگرد بھی اس سے حیران رہ گئے اور سوال کیا کہ ان حالات میں کیا ہو سکتا ہے جواب میں فرمایا گیا ہے یہ انسان سے نہیں ہو سکتا پر خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے یعنی انسان تو دولتمندوں کو نجات نہیں دلا سکتا یا خود بخود دولتمند نجات نہیں پا سکتے لیکن خداوند کریم سب کچھ کر سکتا ہے سو چو ان حکمات عظیمہ سے کیا نکلتا ہے غور کرو ان احکام صادقہ سے کیا بات پیدا ہوتی ہے یہ کہ خداوند کریم جسکو چاہے بخش سکتا ہے اپنے رحم فضل اور کرم سے اسکے سوائے اور کوئی صورت ہی نہیں اور کوئی سبیل نکل ہی نہیں سکتی نہ کفارہ بچا سکتا ہے اور نہ کسی قسم کی قربانی اور فدیہ اگر یہ کہا جائے کہ خداوند کریم صرف کفارہ ہی کے ذریعہ بچا سکتا ہے تو انصاف سے کہو یہ کہاں سے نکلتا ہے اور ایسا استدلال کیونکر کیا جا سکتا ہے توڑ مروڑ کر کفارہ کی چول سیدھی کرنی درست نہیں صاف صاف یہ کہا گیا ہے کہ جسطرح خدا چاہے کر سکتا ہے چنانچہ اسی انجیل کی اور آیات سے بھی اسکی مزید تائید اور تصدیق ہوتی ہے جو کچھ پہلے آچکی

ہیں اور کچھ آگے آتی ہیں۔

فقرہ سب کچھ ایک بڑا وسیع فقرہ ہے اگر اس میں کفارہ کی شکل آسکتی ہے تو کیوں فضل و کرم اور رحم نہیں آسکتا کفارہ کی خصوصیت کیونکر ہو سکتی ہے اور دوسری خصوصیتیں کیوں نہیں ہو سکتیں مہربانی کر کے اس فقرہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرو یہ فقرہ قائم مقام فقرہ قادر مطلق کے ہے قادر مطلق جو کچھ چاہے کر سکتا ہے چون وچرا کی جگہ نہیں۔ ہم بادب پوچھتے ہیں خداوند کریم بغیر کفارہ کے محض اپنے فضل و کرم سے کسی گنہگار کو بخش سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں بخش سکتا تو وہ سب کچھ نہیں کر سکتا جو اسکی شان کے لائق بھی ہے۔

(۲۴۵) باب ۲۰ - ورس ۱ تا ۱۶ - **مضمون**:- کیونکہ آسمان کی بادشاہت اُس صاحب خانہ کی مانند ہے جو تڑکے باہر نکلا تاکہ اپنے انگورستان میں مزدور لگائے اور اُس نے مزدوروں کا ایک ایک دینار روزینہ مقرر کر کے اُنہیں اپنے انگورستان میں بھیجا اور اُس نے پہر دن چڑھے باہر جا کے اوروں کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا اور اُن سے کہا تم بھی انگورستان میں جاؤ اور جو کچھ واجبی ہے تمھیں دونگا سو وے گئے پھر اُس نے دوپہر اور تیسرے پہر کو باہر جا کے ویسا ہی کیا ایک گھنٹہ دن رہتے پھر باہر جا کے اوروں کو بیکار کھڑے پایا اور اُن سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہتے ہو انہوں نے کہا اس لیئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں رکھا اُس نے اُنہیں کہا تم بھی انگورستان میں جاؤ اور جو کچھ واجبی ہے سو پاؤ گے جب شام ہوئی انگورستان کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا مزدوروں کو بلاؤ اور پچھلوں سے لیکے پہلوں تک اُن کی مزدوری دے جب وے جنہوں نے گھنٹہ بھر کام کیا تھا آئے تو ایک ایک دینار پایا جب اگلے آئے اُنہیں یہ گمان تھا کہ ہم زیادہ پاویں گے پر اُنہوں نے بھی ایک ایک دینار پایا جب اُنہوں نے یہ پایا تو گھر کے مالک پر کڑکڑائے اور کہا پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا اور تُو نے اُنہیں ہمارے برابر کر دیا جنہوں نے تمام دن کی محنت اور دھوپ سہی اُس نے اُن میں سے ایک کو جواب میں کہا اے میاں میں تیری بے انصافی نہیں کرتا کیا تُو نے ایک دینار پر مجھ سے اقرار نہیں کیا تو اپنا لے اور چلا جا پر میں جتنا تجھے دیتا ہوں پچھلے کو بھی دونگا کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں سو

کروں۔ کیا تو اس لیے بُری نظر سے دیکھتا ہے کہ میں نیک ہوں اسی طرح پچھلے پہلے ہونگے کیونکہ بہت سے بلائے گئے پر برگزیدہ تھوڑے ہیں۔

تنقید:۔ یہ تمام تمثیل اُسی سلسلہ سوالات نجات سے وابستگی اور تعلق رکھتی ہے جس کا اوپر ذکر ہُوا ہے اس تمثیل میں مزید وضاحت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ کریم کو کیونکر سب کچھ کرنے کا اختیار ہے اور کیونکر وہ نیکوں کے علاوہ بدوں اور گنہگاروں کو محض اپنی پاک مرضی اور فضل و کرم سے بخش سکتا ہے وہ کوئی پابندی نہیں رکھتا اور نہ اُسکی رحمت اور فضل و کرم کو کوئی شئے روک سکتی ہے جو چاہے کرسکتا ہے کوئی اُسپر معترض نہیں ہوسکتا وہ پچھلوں کو پہلا اور پہلوں کو پچھلا بنا سکتا ہے اُس کے ارادوں کے سامنے کسی کو یارائے دم زدن نہیں ہے۔

کون ہے وہ انسان خاکی بنیان اور کون ہے وہ بشر جو خدا کی قدرتوں اور خدا کی مرضی اور ارادوں میں دخل دے سکتا ہے کون ہے جو اپنی من گھڑت فلسفی یا وہمی عقیدہ سے خدا کے فضل و کرم کی راہیں بند کرسکتا ہے بقول حضرت مسیح علیہ السلام وہ سب کچھ کرسکتا ہے اگر وہ ایک بے گناہ کو دوسروں کے بدلے صلیب دلاتا ہے اور اُس کا انصاف و عدالت اُسے روکتے نہیں تو کیا وہ صرف اپنے ہی ارادہ اور جوش رحمت سے کسی گنہگار انسان کو بخشنے کی سکت نہیں رکھتا۔

یعنی بیا کہ آتش موسےٰ نمود گل
تا از درخت نکتۂ تحقیق بشنوی

دیکھو اس تمثیل میں کس وضاحت اور کس خوبی سے حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ایک انسان اپنے مال اور اپنی دولت میں سے اپنی مرضی اور اپنی بخشش سے ہر ایک کو مزدوری ایک ہی پیمانہ سے دے سکتا ہے حالانکہ اُن مزدوروں میں سے کسی نے سارا دن کام کیا تھا اور کسی نے نصف دن اور کسی نے صرف ایک ہی گھنٹہ۔ تو

کیا جو خدائے قادر مطلق ہے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کر سکتا کیا ایک انسان اپنی مرضی پر قادر ہے اور خدا اپنی مرضی کے مطابق ایسا کرنے سے قاصر ہے حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کیا خداوند کریم کو یہ روا نہیں کہ اپنی رحمت اور فضل و کرم کے خزانوں میں سے یوں ہی کسی کو بضاعت نجات دیکر فارغ البال کر دے اور اسکی بدیوں پر کچھ بھی خیال نہ کرے جن مزدوروں نے صرف ایک ہی گھنٹہ کام کرنے پر بھی سارے دن کی مزدوری پائی اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے بہت کم نیکیاں کی ہیں یا جنہوں نے کچھ بھی نہیں کیا ہے انہیں بھی خدا بخش سکتا ہے وہ بھی اسکے ظلِ رحمت میں بآسانی آسائش پا سکتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کوئی نیک محض بوجہ اپنی نیکیوں کے بروں اور گنہگاروں کو بری نظر سے نہیں دیکھ سکتا اور نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ انکی برائی اُن کی نجات کی مانع اور مزاحم ہے خدا کا فضل و کرم سب کو محیط ہے اور وہ جسے چاہے بلا حساب اور بلا گرفت بخش دے تو کون ہے جو اعتراض کرے اور اسکی رحمت کو روکے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

حضرت ممدوح علیہ السلام نے اس سلسلہ وعظ و تمثیل میں تاکید سے یہ فرمایا ہے کہ اسی طرح پچھلے پہلے ہوں گے اور پہلے پچھلے۔ کیونکہ بہت سے بلائے گئے پر برگزیدہ تھوڑے نکلے مطلب اس کا یہ ہے کہ بہت لوگ اس الٰہی سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں مگر سب اپنے اخلاص اور صدق و وفا میں برابر نہیں ہوتے اس لئے تھوڑے ایسے نکلتے ہیں جو اپنے کامل ایمان اور اعلیٰ درجہ کے صدق اور اخلاص اور استقامت کی وجہ سے برگزیدوں میں داخل ہوتے ہیں اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جو لوگ کفارہ پر بھی یقین رکھتے ہیں اُن میں سے بھی اگر بالفرض کفارہ ہی موجب نجات ہے بہت ہی کم برگزیدہ ہوں گے اس صورت میں گویا کفارہ پر کچھ موقوف نہیں ہے۔ راہِ نجات اور ہی رُخ رکھتی ہے اور وہ خدا کا فضل و کرم اور رحمت ہے اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی ان تمثیلوں سے بھی کوئی اصلی راہ نہ دیکھ سکے

اور خدا کے فضل و کرم سے فائدہ نہ اٹھائے تو اُسکے واسطے وہی حجت تمثیل صادق آئیگا کہ بہت سے بلائے گئے پر برگزیدہ تھوڑے نکلے۔

پڑھنے والو انصاف سے اس تمثیل اور مثال لئے تمثیل پر غور کرو سوچو تو سہی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کس آسمان پر بول رہے ہیں اور اُن کی نگاہوں میں نجات کے موجبات کیا کچھ ہیں اور خدا کی قدوسیت کے ساتھ اُس کی رحمت اور فضل و کرم کو بھی اُن کے محترم اور پاک دل و دماغ میں کیسی عظمت حاصل ہے اور اُنکا ایمان کیسا بے داغ اور پختہ ہے۔

(۲۵) باب ۲۰۔ ورس ۲۲ و ۲۳۔ **مضمون**:۔ یسوع نے جواب میں کہا تم نہیں جانتے کہ کیا مانگتے ہو کیا وہ پیالہ جو میں پینے پر ہوں پی سکتے ہو اور وہ بپتسمہ جو میں پاتا ہوں تم پا سکتے ہو وے اُس سے بولے ہم سکتے ہیں اُس نے اُن سے کہا تم البتہ میرا پیالہ پیو گے اور وہ بپتسمہ جو میں پاتا ہوں پاؤ گے لیکن میری دہنی اور میری بائیں طرف بیٹھنا میرے اختیار میں نہیں کہ کسی کو دوں مگر اُن کو جن کے لیے میرے باپ نے مقرر کیا۔

تنقید۔ کیسی صاف گوئی اور کیسا اعتراف عبودیت ہے کیسی فروتنی اور کیسا عجز و نیاز ہے کیسی روشن دماغی اور کیسی حکم برداری ہے یہ تو فرما دیا کہ جس طرح میں نے اصطباغ پایا ہے اُسطرح تم بھی پا سکتے اور عقیدت رکھ سکتے ہو جس طرح میں ستایا جاتا ہوں اُسی طرح تم بھی ستائے جا سکتے ہو اور اُسی طرح تم بھی استقلال سے اُسکی برداشت کر سکتے ہو لیکن میرے ہم جلیس ہونا یعنی نجات کا پانا اور نجات کے درجوں کو امتیازی رنگ میں طے کرنا میرے اختیار سے باہر ہے یہ صرف اُسی خدا کے حدود اختیاری میں ہے جو قادر اور خالق ہے جو سب کچھ اپنی ہی مرضی سے کرتا ہے جسکے ہاتھ سے کوئی دوسرا ہاتھ بالا نہیں ہے جسکی مرضی پر کوئی دوسری مرضی حکومت نہیں کر سکتی جسکے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا جن کی قسمت میں میرے ہم جلیس ہونا لکھا ہے یعنی مقدر ہے اُن ہی کو یہ منصب ملیگا اور وہی سرفراز ہوں گے دیکھو کس خیال سے

خلش کفارہ کو نکال دیا گیا ہے کیونکہ اگر کفارہ کی شرط سے نجات مشروط ہے تو پھر خدا کی مرضی اور خدا کے اختیارات کی حدیں بالکل تنگ ہو جاتی ہیں اور وہ ایک معاہد کی صورت میں کچھ بھی نہیں کر سکتا ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے اسی انجیل کے باب ۱۱- ورس ۲۶ میں فرمایا ہے کہ "میرے باپ سے سب کچھ مجھے سونپا گیا" اسکے معنے بھی ان آیات زیر تنقید سے صاف ہو جاتے ہیں اسی قدر سونپا گیا جسقدر سونپنا لوازم نبوت اور فرائض رسالت کے واسطے ضروری تھا اور سب اختیارات خدا ہی کے حیطہ اقتدار میں ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام محض بطور ایک نبی یا مرسل کے تبلیغ کرتے ہیں نہ کہ بطور جزو خدا کے اگر کفارہ کی بحث درمیان میں لائی جائے تو کہا جائیگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کفارہ ہو کر اپنے سب اختیارات سلب کر چکے ہیں ان کی ڈیوٹی بقول عیسائی ملت کے صرف اسی قدر تھی اب خدا کا یہ کام ہے کہ کسی کو کوئی درجہ دے اور کسی کو کوئی اور ان خدائی اختیارات کے تقاضے سے کفارہ کی کری کرائی محنت رائیگاں جاتی ہے کیونکہ جب خدائے کریم سب کچھ کرنے پر قادر ہے اور یوں ہی بخش سکتا ہے تو پھر کفارہ کی ضرورت ہی کیا ہے اور کیا وجہ ہے کہ لوگ کفارہ پر یقین لا کر نجات کے امیدوار رہیں۔ اور خدائی فضل و کرم سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

(۲۶) باب ۲۰- ورس ۲۸- **مضمون**:- چنانچہ ابن آدم بھی اس لیئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے لیئے فدیہ میں دے۔

تنقید:- یہ وہ دوسری آیت ہے جو انجیل متی میں سے تائید کفارہ پر پیش کیجاتی یا پیش کی جاسکتی ہے اس آیت میں دو لفظ (خدمت اور فدیہ) قابل بحث ہیں ان دونوں لفظوں سے کفارہ پر استدلال کیا جاتا ہے قبل اسکے کہ ان دونوں لفظوں کا ریویو کیا جائے سلسلہ گذشتہ پیوستہ عبارت کو بھی دیکھنا ہے کہ یہ بات چلی کیونکر اور یہ کہا کس بات پر گیا۔ اسکی اوپر کی آیات ۲۴ لغایت ۲۷ میں یہ قصہ بیان ہوا ہے کہ دو بیانوں پر بعض لوگ غصہ ہوئے تو حضرت مسیح علیہ السلام نے اتحاد قائم رکھنے کے واسطے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے اختیارات دکھلانے کی دوسروں کی طرح ضرورت نہیں بلکہ یہ کہ جو تم لوگوں میں سے بڑا ہے وہ خادم ہو اور جو سردار ہو وہ بندہ۔ چنانچہ

خود میں بھی اسی اصول کا پابند ہوں۔ ع

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

خدمت کرنے سے یہ مراد نہیں کہ کفارہ کی بنیاد ڈالکر خود کو جو معصومیت کا جامہ پہنے ہوئے تھے ورطۂ عصیاں میں لت پت کر دیا جائے بلکہ یہ کہ لوگوں کو صحیح اصولوں صحیح ضوابط پر تبلیغ کی جائے اُن میں اصلاح کی بنیاد ڈالی جائے شرک و بدعت اُن میں سے بہ لطائف الحیل دُور کیجائے اس سلسلہ میں اُن کی خاطر خود کو مختلف تکلیفوں اور مختلف مشکلات میں ڈالا جائے اور اُس کا اجر یا معاوضہ صرف خدا ہی سے چاہا جائے فان اجری علی اللہ کون یہ ثابت کر سکتا ہے کہ لفظ خدمت سے کفارہ مراد ہے کون کہ سکتا ہے کہ لفظ خدمت یہ مفہوم رکھتا ہے رہا لفظ فدیہ یہ بھی کفارہ کا مفہوم نہیں رکھتا اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ غیروں کے واسطے محض بخاطر اعلائے کلمۃ اللہ اور تبلیغ کے خود کو مصیبت اور تکلیف میں ڈالا اور مشکلات کا مقابلہ کیا جان دینے سے کفارہ مراد نہیں بلکہ خدمت دینی کیونکہ خدمت دینی بھی ایک طرح کا فدیہ ہی ہے دیکھو پہلی آیتوں میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو بھی اسی قسم کے فدیہ کی تعلیم دی ہے جہاں یہ کہا ہے کہ ہر خدمت کنندہ اور ہر سردار خود کو خادم اور بندہ سمجھے یہ گیا ہے یہ بھی ایک قسم کا فدیہ ہی ہے یہی فدیہ اور یہی خدمت گذاری مسیح علیہ السلام کی ہی قربانی اور فدیہ ہے نہ کہ وہ فدیہ جو عیسائی مراد لیتے ہیں کیونکہ واقعی فدیہ سے کفارہ ہی مراد ہے تو پھر اُن آیات اور اُس کلام کا کیا جواب ہوگا جو ایسے فدیہ کے منافی ہے جس کی تشریح اور تنقید پہلے نمبروں میں کی جا چکی ہے لفظ فدیہ کے معنے فدا یا قربان ہونیکے ہیں عرف عام میں فدا ہونے اور قربان ہونے سے ایک تو محبت۔ الفت اور خدمتگذاری وہمدردی مراد ہے۔ جیسے کہ عموماً لوگ کہا کرتے ہیں۔

"میں تو اُسپر فدا ہوں"۔ "اُسپر میں تو قربان ہوں"۔ "میری جان بھی اُسکے قربان جائے"، "میں تم پرواری جاؤں"۔

اس قسم کی قربانی یا فدائیت سے مراد صرف محبت ہمدردی خلوص اور ایک قسم کی

Digitized by Khilafat Library

خدمت گذاری ہی ہوتی ہے نہ کہ فی الحقیقت جان ہی کا دیدینا یا جان پر کھیل جانا یا اپنی جان پر کسی کی مشکلات اور بیماریوں کا اصلی رنگ میں اُٹھا لینا۔ دوسری قسم کی وہ قربانی اور فدیہ ہے جو صدقہ وخیرات کے رنگ میں ہے بعض مذاہب میں اسی رنگ میں . . . . فدیہ اور قربانی دیجاتی ہے لیکن ایسے فدیوں اور ایسی قربانیوں سے یہ خیال کرلینا کہ وہ کفارہ کا حکم رکھتی ہیں یا اُن سے کفارہ کا ثبوت ملتا ہے غلط ہی نہیں ہے بلکہ خود کو ایک فریب دِہ قیاس میں ڈالنا ہے مسلمانوں میں بڑی عید پر جو قربانی دیجاتی ہے وہ صرف بطور ایک ابراہیمی یادگار کے ہوتی ہے نہ کہ گناہوں کا فدیہ یا کفارہ ایسی قربانی کا شروع حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے ہوا ہے اور یہ ثابت وظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو قربانی دی تھی وہ گناہوں کے کفارہ کے واسطے نہ تھی اور اس سے پہلی قربانیاں بھی محض ایک نذرانہ تھیں ہارون نے بھی جو کبھی خطا کی قربانی دی تھی وہ بھی کفارہ کے رنگ میں نہیں تھی۔ محض خدائے تعالیٰ کے حکم کے بموجب حضرت ابراہام علیہ السلام ایک امتحان میں ڈالے گئے تھے۔ گناہوں کی بخشش کا کوئی سوال نہ تھا دیکھو کتاب پیدایش کے باب ۲۲ میں اس امتحان یا اس آزمایش ابراہیمی کی نسبت حسب ذیل آیات آئی ہیں و

"ان باتوں کے بعد یوں ہُوا کہ خدا نے ابراہام کو آزمایا اور اُسے کہا کہ اے ابراہام وہ بولا کہ دیکھ مَیں حاضر ہوں تب اُس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے ہاں اکلوتے جسے تو پیار کرتا ہے اضحاق کو لے اور زمین موریا میں جا اور اُسے وہاں پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے دکھاؤنگا سوختنی قربانی کے لیئے چڑھا تب ابراہام نور کے تڑکے اُٹھا اور اپنے گدھے پر چار جامہ کسا اور اپنے ساتھ دو جوان اور اپنے بیٹے اضحاق کو لیا اور سوختنی قربانی کی لکڑیاں چیریں اور اُٹھکر اُس جگہ جو خدا نے اُسے فرمایا تھا چلا تیسرے دن جب ابراہام نے اپنی آنکھ اُٹھا کے اُس جگہ کو دُور سے دیکھا تب ابراہام نے اپنے جوانوں سے کہا تم یہاں گدھے پاس رہو مَیں اس لڑکے کے ساتھ وہاں تک جاؤنگا اور سجدہ کرکے پھر تمہارے پاس آؤنگا اور ابراہام نے سوختنی قربانی کی لکڑیاں لیکے اپنے بیٹے اضحاق پر

رکھیں اور آگ اور چھری اپنے ہاتھ میں لی اور دونوں ساتھ ساتھ چلے تب اضحاق نے اپنے باپ ابراہام سے کہا کہ اے میرے باپ اس نے جواب دیا کہ اے میرے بیٹے میں حاضر ہوں اُس نے کہا کہ دیکھ آگ اور لکڑیاں تو ہیں پر سوختنی قربانی کے لیئے برّہ کہاں ابراہام نے کہا کہ اے میرے بیٹے خدا آپ ہی آپ اپنے واسطے سوختنی قربانی کیلیئے برّہ کی تدبیر کریگا سو وے ساتھ ساتھ چلے اور وے اُس مقام پر جس کی بابت خدا نے اُسے کہا تھا پہنچے تب ابراہام نے وہاں ایک قربان گاہ بنائی اور لکڑیاں چنیں اور اپنے بیٹے اضحاق کو باندھا اور اُسے قربان گاہ میں لکڑی کے اوپر دھر دیا اور ابراہام نے اپنا ہاتھ بڑھا کے چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے تب خداوند کے فرشتے نے اُسے آسمان سے پکارا کہ اے ابراہام اے ابراہام وہ بولا میں حاضر ہوں پھر اُس نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر مت بڑھا اور اُسے کچھ مت کر کہ اب میں نے جانا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے اس لیئے کہ تو نے اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے کو مجھ سے دریغ نہ کیا تب ابراہام نے اپنی آنکھیں اٹھائیں اور اپنے پیچھے ایک مینڈھا دیکھا جس کے سینگ جھاڑی میں اٹکے ہیں تب ابراہام نے جا کر اُس مینڈھے کو لیا اور اُسکو اپنے بیٹے کے بدلے میں سوختنی قربانی کے لیئے چڑھایا اور ابراہام نے اُس مقام کا نام یہواہ یری رکھا چنانچہ یہ آج تک کہا جاتا ہے کہ خداوند کے پہاڑ پر دیکھا جائے گا۔

یہ کل کیفیت ہے ابراہیمی قربانی کی جو ان ورسوں میں بیان ہوئی ہے ان ورسوں سے کتنی باتیں نکلتی ہیں۔*

(الف) قربانی اضحاق کی محض امتحانی تھی نہ کہ گناہوں کے کفارہ کے واسطے۔

(ب) قدرت کی جانب سے خود بخود اضحاق کے بدلہ میں ایک مینڈھا بھی موجود کر دیا گیا جو ایک یادگاری طریقہ تھا۔

(ج) قربانی سوختنی تھی نہ کہ صلیبی۔

(د) جب ابراہام علیہ السلام امتحان خدائی میں پورے اُترے اور معلوم ہو گیا کہ وہ خدا سے ڈرتے ہیں تو انہیں قربانی فرزند سے روک دیا گیا گویا قربانی بند

* ہمیں اس جگہ اس امر سے بحث نہیں کہ قربانی کے لئے کس کو پیش کیا گیا تھا۔ اسحٰق کو یا اسمٰعیل کو علیہما الصلوٰۃ والسلام اگر بہ دراصل یہ فخر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حاصل ہوا۔ مگر بائیبل نویسیوں سے کس طرح امید ہو سکتی تھی کہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے یہ فخر مخصوص کرلیں۔ ایڈیٹر

کر دی گئی اور انسانی قربانی کی بجائے محض یادگار کے طور پر مینڈھا یا برّہ پیش کیا گیا (ھ) ابراہام علیہ السلام نے یادگار کے طور پر اس مقام کا نام بھی رکھدیا۔ جہاں یہ صورت پیش آئی تھی۔

اگر ابراہیمی قربانی ہی سے مسیحی انسانی قربانی کا استدلال کیا جاتا ہے تو کوئی مہربانی کر کے بتائے کہ ایسا ثبوت کیونکر اور کہاں سے ملتا ہے اول دونوں قربانیوں میں تو نوعی مماثلت ہونی چاہیئے تھی جو اضحاق کو پیش آئی تھی جسطرح وہاں مینڈھا پیش کر دیا گیا تھا یہاں بھی کسی برّہ کی خدائی ریوڑ میں کمی نہ تھی[۴۶] اضحاق کی قربانی محض امتحانی تھی اور حضرت مسیح علیہ السلام کو دوسروں کے گناہوں کی خاطر سولی دیا گیا بھلا اس میں اور اُسمیں مناسبت کہاں ہے اضحاق نے اُف نہ کی اور امتحان میں پورا اُترا اور حضرت مسیح علیہ السلام باوجود اسقدر دعاوی کے بھی پورے نہ اُترے بلکہ اخیر پر قدموں سے نکل گئے اور ایلی ایلی لما سبقتنی کہنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شروع کر دیا اگر مسلمانوں کی قربانیاں دعوے کے اثبات میں پیش کیجاتی ہیں تو وہ محض یادگاری ہیں نہ کہ گناہوں کے کفارہ میں اور اگر یہ مان لیا جائے کہ دنیا کے اور مذاہب میں کفارۂ گناہ ہی کے واسطے ایسی قربانیاں اور ایسے فدیے دیئے جاتے ہیں تو پھر یہ ماننا پڑیگا کہ ایک بے گناہ برّہ کی قربانی اور فدیہ بھی کچھ نہ کچھ گناہوں سے بریّت دلاتا ہے اور اس صورت میں کیوں نہ برّہ کی قربانی پر ایمان لا کر چھٹکارا ہو سکے جو لوگ ایسی قربانیاں دیتے ہیں اُنہیں مسیح علیہ السلام کی قربانی کی کیا ضرورت ہے گھر گھر میں کفارہ ماننے والے موجود ہو جائیں گے اور کوئی بھی نجات پانے سے باقی نہیں رہیگا بعض عیسائی صاحبان نظیراً بابر بادشاہ کی قربانی یا فدیہ کا بھی ذکر کر کے تعجب ہے کہ کفارہ ایسے سنگین مسئلہ پر اُس سے استدلال کرتے ہیں یوں تو بہتیرے دوسروں کی محبت اور الفت میں بلائیں لیتے ہیں اُن سے بھی کفارہ کا استدلال ہو سکتا ہے بابر نے یہ کہا کہ اگر ہمایوں مرض سے نجات پائے تو وہ بیماری مجھے لگ جائے اچھا اس کہنے سے وہ بیمار ہو گیا اور ہمایوں بچ رہا اس سے کفارہ کہاں ثابت ہو گیا اول تو یہ ایک اتفاقی بات ہو سکتی ہے کیونکہ ایسے واقعات گذرتے ہیں کہ چنگے بھلے مرجاتے ہیں اور مدّتوں و سالوں کے مریض تندرست ہو جاتے ہیں اور دوسرے

۴۶ صلیب کی بجائے وہی صورت ہونی چاہیئے تھی

یہ کہ یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ بابر کی دعا ہی کا یہ اثر تھا اور اگر اسکو کفارہ ہی کے معنوں میں یا کفارہ کے مؤید سمجھا جائے تو اس سے پہلے سے بھی بڑھکر مشکلات پیدا ہوں گی کیونکہ یہ سمجھا جائیگا کہ ہر شخص دوسرے کا کفارہ ہو سکتا ہے جیسے بابر ہمایوں کا ہو گیا پھر مسیح علیہ السلام کی خصوصیت کیا رہی اور یہ بھی کہ مسیح علیہ السلام کا کفارہ گناہوں کی بابت تھا اور بابری کفارہ بیماری کی نسبت۔ گناہ اور بیماری میں فرق ہے اگر بابری کفارہ باایں حالات بھی درست اور صحیح ہے تو پھر معصومیت کی کوئی شرط باقی نہیں رہنی چاہیئے ایک گنہگار بھی دوسرے گنہگار کا کفارہ ہو سکتا ہے۔

بعض وقت یہ بھی کہا جاتا ہے۔ صدقہ ردّ بلا اس سے بھی کفارہ کی راہ صاف نہیں ہوتی صدقہ اور خیرات اس واسطے کیجاتی ہے کہ اگر کوئی بلا اور آفت آنیوالی ہے تو وہ اس سے دُور ہو جائے گناہ اور بلا و آفت میں بہت کچھ فرق ہے مصیبت ٹل سکتی ہے گناہ بغیر معاف کیئے کے معاف نہیں ہو سکتے یا تو بندے ایک دوسرے کے معاف کریں اور یا خدا اگر ے زید چوری کرتا ہے صدقہ سے یہ الزام اُس سے دُور نہیں ہو سکتا البتہ مجسٹریٹ کو رشوت دیکر رہائی پا سکتا ہے سو کفارہ رشوت نہیں ہے بلکہ ایک فدیہ ہے جس طرح صدقہ چور پر سے الزام دُور نہیں کر سکتا اسی طرح کفارہ مسیح بھی گناہ بخشانے کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔

اگر ایک گنہگار شخص یہ کہے کہ کوئی میرے گناہ اُٹھالے اور میں بچ جاؤں اور اُسے لبیک کہکر دوسرا شخص اُسپر امادہ ہو جائے تو کیا ایک منصف اور رحیم دل جج اُس دوسرے شخص کو سزا دیدیگا اور کیا دوسرا شخص احساس کریگا کہ واقعی دوسرے گنہگار کے گناہ اُس نے اُٹھا لیئے ہیں اور وہ سزا کا مستحق ہے۔

مسیحی کفارہ سوائے اسکے سمجھا نہیں جا سکتا کہ یہ کہا جائے کہ خدا اور مسیح علیہ السلام کے درمیان ایک معاہدہ اس قسم کا ہو چکا تھا کہ اُنہیں دوسرے گنہگاروں کے عوض صلیب پر چڑھایا جائے ورنہ ایک کا دوسرے کے گناہ اُٹھانا کوئی صورت نہیں رکھتا حسب منشائے توریت مقدس جو جان گناہ کرتی ہے وہی ذمہ وار بھی ہے نہ کہ دوسرا کفارہ مان کر دوہی

صورتیں بنتی ہیں۔

(الف) واقعی حضرت مسیح علیہ السلام نے دوسروں کے گناہ اُٹھا لیئے اور سولی مل گئے۔

(ب) صرف ایک معاہدہ کے ماتحت صلیب پر چڑھائے گئے۔

پہلی صورت شریعت اور عقل و فراست دونوں کے خلاف ہے بلکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کے اقوال بھی سراسر اسکے خلاف ہیں۔ دوسری صورت میں بھی کفارہ باقی نہیں رہ سکتا کیونکہ مسیح علیہ السلام بالکل بے لوث تھے ایک بے لوث زندگی کا سولی دیا جانا وہ بھی دوسروں کے عوض میں انصاف الٰہی اور رحم خدائی سے کوسوں بعید ہے اور اُس عام سلسلہ کے منافی جو شروع ہی سے انسانی اور الٰہی راہوں میں نمایاں ہے۔

صرف فدیہ کے لفظ سے اسقدر دُور دراز چلے جانا اور دُور از قیاس عقاید کی بنیاد ڈالنا انصاف ہی کے خلاف نہیں بلکہ کانشنس اور فطرت کے بھی خلاف ہے وہ کونسی فطرت ہے جو یہ تسلیم کرنے کو تیار ہے وہ کونسا دل ہے جو یہ مانتا ہے ایک وحشی کو بغیر اسکے کہ اُسپر کسی مذہب کی تبلیغ کیجائے اگر پوچھا جائے کہ ایک گناہ کے بدلے میں دوسرے کو سزا دینا کیسا ہے تو وہ بغیر کسی مزید تامل کے فطرتی تعلیم سے بول اُٹھیگا کہ جو جان گناہ کرتی ہے وہی سزا کے قابل ہے دوسرا آدمی ناحق کیوں پکڑا جائے ان حالات میں کفارہ موثر اور کفارہ کافی کی ساری بحثیں گر گری ہو جاتی ہیں اور اگر صرف عقیدت ہی شرط ہے تو بہت سے لوگ درختوں اور پتھروں کو بھی اپنے خیال میں منجی اور شفیع سمجھتے ہیں اُن کا ایسا عقیدہ بھی ایسا ہی پختہ ہوتا ہے جیسے کہ ایک کفارہ پرست کا۔ اگر وہ کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے تو ایک کفارہ پرست کے پاس بھی کوئی دلیل مسکت نہیں ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے یہ کہکر قربانی سے معاف کیا کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے گویا محض یہ بات معلوم کرنے کے واسطے قربانی کا حکم دیا گیا تھا اُسی ڈر کی یادگار میں مسلمان بھی قربانی کرتے ہیں نہ کہ کفارہ کے عقیدہ سے۔ فتدبر۔

(۲۶) باب ۲۵ - ورس ۳۱ تا ۴۶ - **مضمون** :- جب ابن آدم اپنے جلال سے آویگا اور سب پاک فرشتے اُسکے ساتھ تب وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قوم اُسکے آگے حاضر کی جائے گی اور جس طرح گڈریہ بھیڑیوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے وہ ایک کو دوسرے سے جدا کریگا اور بھیڑیوں کو دہنے ہاتھ اور بکریوں کو بائیں کھڑا کریگا تب بادشاہ اُنہیں جو اُسکے دہنے ہیں کہے گا اے میرے باپ کے مبارک لوگو اس بادشاہت کو جو دنیا کی بنیاد ڈالنے سے تمہارے لئے تیار کی گئی میراث میں لو کیونکہ مَیں بھوکھا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا مَیں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا مَیں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اُتارا ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا بیمار تھا تم نے مجھے عیادت کی قید میں تھا تم میرے پاس آئے اُسوقت راستباز اُسے جواب میں کہیں گے اے خداوند کب ہم نے تجھے بھوکا دیکھا اور کھانا کھلایا پیاسا اور پانی پلایا کب ہم نے تجھے پردیسی دیکھا اور اپنے گھر میں اتارا یا ننگا اور کپڑا پہنایا ہم کب تجھے بیمار یا قید میں دیکھکر تجھ پاس آئے تب بادشاہ اُن سے جواب میں کہے گا مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے ایک کے ساتھ کیا تو میرے ساتھ کیا تب وہ بائیں طرف والوں سے بھی کہیگا اے ملعونو میرے سامنے سے اُس ہمیشہ کی آگ میں جاؤ جو شیطان اور اسکے فرشتوں کے لئے تیار کی گئی ہے کیونکہ مَیں بھوکا تھا پر تم نے مجھے کھانے کو نہ دیا پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں نہ اُتارا ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا بیمار اور قید میں تھا تم نے میری خبر نہ لی تب وے بھی جواب میں اُسے کہیں گے اے خداوند کب ہم نے تجھے بھوکا پیاسا یا پردیسی یا ننگا یا بیمار یا قیدی دیکھا اور تیری خدمت نہ کی تب وہ اُنہیں جواب میں کہے گا مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے ایک کے ساتھ نہ کیا تو میرے ساتھ بھی نہ کیا اور وے ہمیشہ کے عذاب میں جائیں گے - پر راستباز ہمیشہ کی زندگی میں -

تنقید :- آنکھیں ہیں تو دیکھو - کان ہیں تو سنو - سمجھ ہے تو سمجھو - عقل ہے تو یاد فراست ہے تو معلوم کرو - جس ذات اقدس کے ذمہ کفارہ تھوپا جاتا ہے وہ کس کس طرح اور کس کس

حکمت سے کفارہ کی تردید کرتا ہے ان آیات میں جو تمثیلیں دی گئی ہیں جس طرح پر سمجھایا گیا ہے اُن میں ایک موقعہ پر بھی کفارہ کی صورت اور کفارہ کا عقیدہ نہیں پایا جاتا ہے اعمال اور افعال ہی کو مقدم رکھا گیا ہے اور صاف الفاظ میں جتایا گیا ہے جو نیک نہیں ہوں گے وہ ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے اور راستباز نجات یا ہمیشہ کی زندگی پائیں گے راستباز کون ہیں جو نیک اعمال رکھتے ہیں اس سے زیادہ تر وضاحت سے کفارہ کی تردید اور کیا ہو سکتی ہے اگر ان آیات کے ہوتے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی شان اکرم پر کوئی اور گمان کیا جائے تو وہ خود لوگوں کی غلطی ہے نہ کہ اُنکی۔ لوگوں کو یہ کہا گیا ہے کہ جو تم میں سے نیکی نہیں کرے گا اچھے نتیجوں کا وارث نہیں ہو گا وہ خود اپنے واسطے جہنم کی راہ پیدا کرے گا اور جو شخص ایسا نہیں ہو گا وہ جنت کی راہوں پر چلے گا بار بار ان آیات کو دوہراؤ اور پڑھو انہی سے کفارہ پاش پاش ہو جائے گا اور راستی آفتاب کی طرح روشن ہو کر جلوہ نما ہو گی ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

کچھ ضرورت نہیں کہ ہم دیگر وسائل سے اسے کفارہ کی تکذیب پر زور دیں خود انجیل متی بھی مختلف طریق پر یہ طلسم توڑ رہی ہے انجیل متی ہی نہیں خود حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس طلسم کے توڑنے میں معجزہ دکھا رہے ہیں بے شک نبی اور مرسل کی صداقت اور عظمت کا کفیل اور محافظ خود خدا ہوتا ہے دیکھو کس طرح اور کس خوبصورتی سے حضرت مسیح علیہ السلام کی ان درسوں سے پوزیشن صاف ہو رہی ہے

(باقی دارد)

احمدؑ کی پیشگوئیاں

دنیا کے فتح کرنے کا طریق

ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمان اسلامی ریاستوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلتے ہوئے دیکھکر بہت غمگین معلوم ہوتے ہیں۔ بے شک مسلمانوں نے اپنی پہلی بڑائی کو کھو دیا ہے۔ اور زمین کی سلطنتیں انکے ہاتھوں سے آہستہ آہستہ جا رہی ہیں۔ تاہم انکے پاس ایک ہتھیار ہے۔ جسکے ساتھ وہ تمام دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اسکو استعمال کریں۔ اور وہ ہتھیار اسلام کی صداقت ہے۔ اگر وہ اُس کوشش کا ہزارواں حصہ بھی عمل میں لاویں۔ جس کوشش کو عیسائی عمل میں لا رہے ہیں تو تمام دنیا انکی ہے مسلمانوں کو دنیاوی طاقت کے نقصان پر افسوس نہیں کرنا چاہیئے۔ جبکہ اُنکے ہاتھوں میں قرآن شریف جیسا ہتھیار ہے۔ اُنہیں چاہیئے۔ کہ اسلام کی صداقت ظاہر کرنے کے لیئے یورپ۔ امریکہ۔ آسٹریلیا۔ افریقہ۔ جاپان اور چین میں اپنے مبلغ بھیجیں۔ اور اُن غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیئے جو کہ عیسائی مشنریوں نے اسلام کے متعلق پھیلا رکھی ہیں کوشش کریں۔ ہندوؤں اور نیچ ذات کے ہندوستانیوں میں بھی مسلمان مبلغوں کو کام کرنا چاہیئے۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ اسلام کی صداقت کو بذریعہ رسالجات اور اخبارات اور ٹریکٹوں کے زمین کے صفحہ پر پھیلا دیں۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں؟ کہ کوئی ایسا مذہب ہے۔ جو اسلام کی آسان۔ پاک اور اعلیٰ تعلیم کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ کیا عیسائیت تثلیث کفارہ اور ایک عورت کے لڑکے کو خدا بنانے کے اصول کے ساتھ اسلام کا مقابلہ کر سکتی ہے ہرگز نہیں۔ مادی رنگ میں تم عیسائیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خواہ خشکی پر ہو یا تری پر۔ مگر تم اُنکے مذہب کو فتح کر سکتے ہو۔ وہ اب صرف زمین اور سمندر کے ہی مالک نہیں ہیں۔ بلکہ ہوا کے بھی مالک ہیں۔ اُس پیشگوئی کے مطابق جسکو ہم پاک کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہیں

اب تمہارے لیئے صرف ایک ہی راستہ کھلا ہے۔ اور وہ یہ کہ تم اسلام کے پھیلانے میں اپنے آپ کو لگا دو۔ دنیا کے تمام حصوں میں اپنے مبلّغ بھیجو۔ اور لوگوں کو بتلا دو کہ اسلام ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ اسکو عیسائی مشنری ظاہر کرتے ہیں۔ تمام مذاہب اب مردہ اور خراب ہو گئے ہیں۔ اور اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے۔ جو کہ دنیا کے تمام مذاہب کو فتح کر سکتا ہے۔

اسلام کے صرف اصول ہی اُن لغویات اور گند سے پاک نہیں۔ جو کہ دنیا کے اور مذہبی سلسلوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ بلکہ اسلام اپنے سچّے پیروؤں پر بھی روحانی برکات کے دروازے کھول سکتا ہے۔ یہ خدا کا منشاء معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام توپ کے ذریعے عیسائی قوموں کو فتح کرنے سے نہ پھیلایا جائے۔ بلکہ آسمانی نشانات کے ذریعے اُنکے دل فتح کرنے سے۔ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ اسلام بذریعہ تلوار پھیلا تھا۔ اور خدائے تعالیٰ اُنکے دعوے کو یہ دکھا کر جھوٹا کرنا چاہتا ہے۔ کہ اسلام ایسے وقت میں۔ جبکہ مسلمانوں کی سیاسی طاقت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اُس زمانہ کی نسبت زیادہ فتوحات حاصل کر سکتا ہے۔ جبکہ ظاہری طور پر اُسکی قوّت اور طاقت بہت ترقی پر تھی۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس بات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اُس نے ایسے وقت میں جبکہ مسلمانوں نے اپنی تمام ظاہری طاقت کھو دی ہے۔ بجائے اسکے کہ وہ مسلمانوں کی پہلی طاقت قائم کرنے کے لیئے ایک جنگجو آدمی اُن میں کھڑا کرتا۔ اُس نے صرف احمد قادیانی کو اس مطلب کے لیئے اپنا رسول چنا۔ جو کہ ایک بڑا نرم مزاج اور رحم دل انسان تھا جسکو پیشین گوئی میں اسرائیلی مسیح سے تشبیہ دی گئی تھی۔ اگرچہ وہ مسیح کی طرح موزون طور پہ جمالی رنگ میں ظاہر ہوا ہے۔ تاہم وہ ہتھیار جو اُسکو خدا نے عطا کیئے۔ بڑے مضبوط ہیں۔

احمد کی پیشگوئیاں اپنی وفات کے بارہ میں

اُس نے بہت سی عجیب پیشگوئیاں کیں۔ جن میں سے بہت سی اب تک پوری ہو چکی ہیں اور بہت سی انشاء اللہ پوری ہونگی۔ کوئی سال ایسا نہیں گذرتا جبکہ اسکی کوئی نہ کوئی پیشگوئی پوری نہ ہوتی ہو اسکی تمام پیشگوئیوں کا جو کہ پوری ہو چکی ہیں۔ یہاں ذکر کرنا ناممکن ہے۔ تاہم ناظرین کی

واقفیت کے لیے چند ایک پیشگوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ وہ کس طرح کی گئیں۔ اور کس طرح پوری ہوئیں۔ اور میں اختصار کے طور پر صرف بعض اُن پیشگوئیوں کا ذکر کرونگا جو کہ آپ کی وفات کے موقعہ پر پوری ہوئیں۔ آپ کا وصال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہُوا۔ یہ افسوسناک حادثہ قادیان میں واقع نہیں ہُوا۔ بلکہ آپ اُسوقت اپنے اصلی شہر سے باہر تھے۔ اور لاہور میں جو کہ پنجاب کا دارالخلافہ ہے بطور مسافر کے تشریف رکھتے تھے ۲۷ مئی کو آپ کی نعش مبارک کفن میں لپیٹی ہوئی قادیاں میں لائی گئی۔ وہ دن واقعی بڑا افسوسناک تھا۔ اور اُس دن آپکے تمام خدام پر اداسی چھا گئی۔ تاہم وہ دن خدا کے جلال کا دن بھی تھا۔ کیونکہ اُس دن ہم نے خدا کے رسول کی بہت سی پیشگوئیوں کی صداقت کا مشاہدہ کیا جو اُس نے اپنی زندگی میں ہمارے درمیان شائع کی تھیں۔ اگرچہ آپ کی وفات نے ہمیں غمناک بنا دیا۔ مگر یہی وفات آپ کی صداقت کا ایک تازہ اور روشن ثبوت بھی تھی۔ جب ہم آپ کی نعش مبارک کو دیکھتے تھے تو ہماری آنکھوں سے آنسو بہتے تھے۔ مگر ہمارے دل اُن پیشین گوئیوں کی طرف کھینچے جاتے تھے جن کو کہ اُس رسول نے اپنی زندگی میں مشتہر کر دیا تھا۔ اور جو اُس کی وفات کے وقت پوری ہوئیں۔ اور یہ وفات پہلے بتلائے ہوئے حالات کے مطابق تھی۔ آپکی زندگی میں آپکے کلمات طیبات ہمارے ایمان کو تازہ کرتے تھے۔ مگر تعجب ہے کہ آپ کی نعش مبارک باوجود خاموش ہونیکے ہمیں ایک ایسا وعظ سُنا رہی تھی۔ جس سے کہ ہمارا ایمان پہلے سے بھی بڑھ گیا۔ علاوہ اور بہت سی باتوں کے آپکی پیشگوئیوں نے جن کو ہم نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا۔ ہمیں پورا یقین دلا دیا۔ کہ وہ خدا کا نبی تھا۔ اور یہ کہ خدا اُس سے کلام کرتا تھا۔ جیسا کہ وہ پہلے نبیوں سے کرتا آیا ہے۔ اور وہ اس لیئے بھیجا گیا۔ کہ وہ دنیا کو خدا کی ہستی اور اُسکے صفات کا ایک زندہ ثبوت دے۔ جسکو کہ لوگ بھول گئے تھے۔ وہ یقین اُس دن دوبالا ہو گیا۔ جبکہ ہم ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو قادیان میں آپ کی نعش مبارک کو اپنے سامنے پڑی ہوئی دیکھ رہے تھے۔ آپ کی وفات نے ہمیں پہلے سے بھی زیادہ یقین دلا دیا۔ کہ وہ شخص جس کی نعش مبارک کفن میں لپٹی ہوئی پڑی ہے۔ وہ واقعی خدا کا

سچا نبی تھا۔ یقیناً وہ نبی ایک بڑا عظیم الشان تھا۔ جسکی وفات اور نعش نے اُسکی صداقت
پر مُہر لگادی۔ ناظر بن با تسکین کی تسلّی کے لیئے کہ احمدؑ کی وفات اُسکی سچائی کا کس طرح
ثبوت ہو سکتی ہے۔ میں اُن کی توجہ کو چند ایک پیشگوئیوں کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں۔
جو کہ خدا نے اُسپر ظاہر کیں۔ اور جن کو کہ اُس نے حسب معمول اپنے دوستوں اور
دشمنوں میں بذریعہ مقامی اخبارات یعنی ریویو آف ریلیجنز۔ بدر۔ الحکم اور بذریعہ رسائل
و اشتہارات کے شائع کردیا تھا۔ پہلی پیشگویاں جو آپ کی وفات کی وجہ سے ہماری نظروں
کے سامنے آگئیں۔ وہ تھیں جن کو کہ آپنے الوصیت میں اپنی وفات سے اڑھائی برس پہلے
شائع کردیا تھا۔ الوصیت کو آپنے دسمبر ۱۹۰۵ء میں ایک رسالہ کی شکل میں شائع کیا تھا
یہ وصیت لوکل اخبارات یعنی بدر۔ الحکم۔ اور ریویو آف ریلیجنز انگریزی و اُردو میں
چھپ گئی تھی۔ آپنے الوصیت کو اپنی موت کے قرب کی خبر دیتے ہوئے یوں شروع
کیا "چونکہ خدائے عزّوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک
ہے اور اس بارے میں اُس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے
ہلادیا۔ اور اس زندگی کو میرے پر سرد کردیا اس لیئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اپنے دوستوں اور
اُن تمام لوگوں کے لیئے جو میرے کلام سے فائدہ اُٹھانا چاہیں چند نصائح لکھوں۔ سو
پہلے مَیں اُس مقدّس وحی سے اطلاع دیتا ہوں جس نے مجھے میری موت کی خبر دیکر
میرے لیئے یہ تحریک پیدا کی اور وہ یہ ہے۔ جو عربی زبان میں ہوئی اور بعد میں اُردو کی وحی
بھی لکھی جائے گی۔ قرب اجلک المقدر ولا نُبقی لک من المخزیات ذکرًا۔
قَلَّ میعاد ربّک ولا نُبقی لک من المخزیات شیئاً وَ امّا نرینّک بعض
الذی نعدھم او نتوفینک۔ تموت و انا راض منک جاء وقتک
و نبقی لک الاٰیات باھرات جاء وقتک و نبقی لک الاٰیات بیّنات
قرب ما توعدون۔ و امّا بنعمت ربک فحدّث۔ انّہٗ من یتّقِ اللہ
و یصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ٥ ترجمہ۔ تیری اجل قریب
آگئی ہے اور ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھوڑینگے۔ جن کا ذکر تیری

رسوائی کا موجب ہو۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے اور ہم ایسے تمام اعتراض دُور اور دفع کر دینگے اور کچھ بھی انہیں سے باقی نہیں رکھیں گے جن کے بیان سے تیری رسوائی مطلوب ہو اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جو کچھ مخالفوں کی نسبت ہماری پیشگوئیاں ہیں ان میں سے تجھے کچھ دکھادیں یا تجھے وفات دیدیں تو اُس حالت میں فوت ہوگا جو میں تجھ سے راضی ہونگا۔ اور ہم کُھلے کُھلے نشان تیری تصدیق کے لئے ہمیشہ موجود رکھیں گے جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے۔ اپنے ربّ کی نعمت کا جو تیرے پر ہوئی لوگوں کے پاس بیان کر۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو خدا ایسے نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

مسیح موعودؑ کے رسالہ الوصیت کی متذکرہ بالا عبارت سے ناظرین معلوم کر سکتے ہیں۔کہ ان الہامات میں جو وفات سے اڑھائی برس پہلے ہوئے۔ قربِ وفات کی صریح الفاظ میں خبر دی گئی تھی پس جبکہ ہماری آنکھیں ہمارے آقا کی نعش مبارک پر پڑتی تھیں تو ہمارا دل بے اختیار الوصیت اور اُن الہامات کی طرف جو اُس میں درج ہیں کھینچا جاتا تھا۔ ہمیں بار بار آپ کے الہامات کے الفاظ یاد آتے تھے۔ اور وہ الفاظ یہ تھے کہ تیری اجل قریب آگئی ہے۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے۔ تیرا وقت آگیا ہے۔ جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے۔ مسیح موعودؑ کے وہ الفاظ جن سے آپ نے الوصیت کو شروع کیا۔ یعنی "خدائے عزّوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے۔ اور اس بارے میں اس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا" ہمارے کانوں میں ہر وقت گونجتے تھے۔ جبکہ ہماری آنکھیں آپ کی نعش مبارک پر جو کہ ہمارے سامنے پڑی ہوئی تھی۔ پڑتی تھیں۔ آپ کے الفاظ کیسے درست اور آپ کے الہامات کیسے سچے ثابت ہوئے۔ جو کہ آپ نے الوصیت میں شائع کیئے تھے۔ پھر اُن الہامات سے جو کہ الوصیت میں درج تھے۔ ہمارے دل آپ کے دوسرے الہامات اور کشوف کی طرف متوجہ ہوئے۔ جو الوصیت کے الہامات کی طرح آپ کے قربِ وفات کی خبر دیتے تھے اور یہ کشوف اور الہامات

صرف اس افسوسناک واقعہ ہی کی خبر نہیں دیتے تھے - بلکہ وفات کے متعلق ایسے حالات اور واقعات کی بھی خبر دیتے تھے جن کا ہمیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو بابت دسمبر ۱۹۰۵ء میں احمدؐ کا ایک خواب اس طرح پر درج ہے "چند روز ہوئے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو رؤیا میں دیکھا۔ پہلے کچھ باتیں ہوئیں - پھر خیال آیا کہ یہ فوت شدہ ہیں - آؤ انسے دعا کرائیں - تب میں نے انکو کہا کہ آپ میرے واسطے دعا کریں کہ میری اتنی عمر ہو کہ سلسلہ کی تکمیل کے واسطے کافی وقت ملجائے ...... تب انہوں نے دعا کے واسطے سینے تک ہاتھ اُٹھائے مگر اونچے نہ کیئے اور کہا اکیس - میں نے کہا کھولکر بیان کرو مگر انہوں نے کچھ کھولکر بیان نہ کیا اور بار بار اکیس اکیس کہتے رہے اور پھر چلے گئے" اور آپ نے ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں لوگوں سے بیعت لینے کا اشتہار جاری کیا - (اگرچہ آپ نے اپنا کام کچھ عرصہ پہلے سے شروع کر دیا ہوا تھا) اور آپکی وفات ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں واقع ہوئی - پس اس سے صاف ظاہر ہے - کہ "اکیس" کے لفظ سے یہ مراد تھی - کہ آپ کا زمانہ سلسلہ بیعت ۱۹ سال ہوگا۔

احمدؐ کا ایک اور کشف اس واقعہ پر عمدہ روشنی ڈالتا ہے - اور وہ ریویو آف ریلیجنز اردو بابت نومبر اور دسمبر ۱۹۰۵ء میں مفصلہ ذیل الفاظ میں درج ہے "ایک کوری ٹھنڈی میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے - پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اُس میں رہ گیا ہے لیکن بہت مصفّٰی اور مقطر پانی ہے - اسکے ساتھ الہام تھا آب زندگی - اسکے بعد الہام ہوا قل میعاد ربک - پھر الہام ہوا خدا کی طرف سے سب پر اداسی چھا گئی" یہ کشف اور اسکے ساتھ کے الہامات بالکل صاف ہیں - وہ برتن جسمیں کہ زندگی کا پانی تھا - قریباً خالی ہو چکا تھا - صرف دو یا تین گھونٹ باقی رہ گئے تھے - اور اسکے ساتھ کے الہامات صاف ظاہر کرتے تھے - کہ زندگی کے بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں - اور وہ افسوسناک واقعہ جو تمام کو اداس کر دیگا - دور نہیں ہے - اب دیکھو - کہ وہ کشف کیسا سچا نکلا - یہ کشف ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہوا - جیسا کہ

ریویو آف ریلیجنز۔ اردو بابت نومبر ۱۹۰۵ء سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کشف میں آپ نے ایک برتن دیکھا جس کے اندر صرف دو یا تین گھونٹ رہ گئے تھے۔ اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کی وفات کا افسوسناک واقعہ ہوا۔ اور وفات کشف سے دو برس سات مہینے اور آٹھ دن بعد ہوئی۔ اور دو یا تین گھونٹ پانی کے جو کہ اس کوری ٹنڈ میں دیکھے گئے تھے اسی میعاد کو ظاہر کرتے تھے۔ پس ناظرین معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ احمدؑ کی زندگی اس کشف کے عین مطابق ختم ہوئی۔ اور آپ کو بتلایا گیا۔ کہ صاف پانی سے بھری ہوئی ٹنڈ اب ختم ہو چکی تھی۔ سوائے دو تین گھونٹ کے جو کہ نیچے رہ گئے تھے۔ جو کشف میں دکھلایا گیا۔ بالکل سچا نکلا۔ کیونکہ کشف دیکھنے کے بعد وہ صرف دو سال سات مہینے اور آٹھ دن زندہ رہے ؛

ایک اور الہام جو اُس اُدا اسی کے دن ہیں یاد آیا۔ یہ تھا۔ داغِ ہجرت ہجرت کے معنے ہیں۔ گھر کا چھوڑنا۔ خدا کے تمام بڑے بڑے نبیوں کو گھر چھوڑنا پڑا۔ آدمؑ کو مع اپنی بیوی حوّا کے باغ عدن چھوڑنا پڑا۔ خدا نے ابراہیمؑ کو کہا۔ اپنے ملک سے اور اپنے رشتہ داروں سے اور اپنے باپ کے گھر سے اُس زمین میں جاؤ۔ جو میں تم کو بتلاتا ہوں۔ اسی طرح موسیٰؑ کو فرعون سے بھاگنا پڑا۔ اور مدین کو چلے گئے۔ عیسیٰؑ نے جب پھانسی کی موت سے نجات پائی۔ اور یہ معلوم کیا۔ کہ آپ کے لئے اپنے ملک میں اب امن نہیں ہے۔ تو آپ نے اپنے وطن کو خیرباد کہدی۔ اور مشرق کی طرف روانہ ہوئے جہاں کہ بنی اسرائیل کی گم شدہ قومیں آباد تھیں۔ اور آخر کار ایک بڑی عمر پاکر کشمیر میں فوت ہوئے۔ اور مقبرہ جو کہ شہر سری نگر کے محلہ خانیار میں ہے۔ اُس جگہ کو ظاہر کرتا ہے۔ جہاں آپکی نعش مبارک مدفون ہے۔ عرب کے مقدس نبی (صلعم) کو بھی اپنا پیدائشی شہر چھوڑنا پڑا۔ اور مع اپنے ساتھیوں کے عرب کے ایک دور شہر میں پناہ لینی پڑی۔ احمدؑ اُس سنت اللہ سے جو عظیم الشان نبیوں کے متعلق ہے۔ مستثنیٰ نہیں تھے۔ اُس الہام سے جو آپ کو ۱۸۔ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ہوا اور جسکے الفاظ یہ ہیں۔ "داغِ ہجرت" صاف ظاہر ہوتا تھا کہ آپ کو بھی کسی رنگ میں اپنا گھر چھوڑنا پڑے گا

لیکن یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یہ الہام کس طرح پورا ہوگا۔ اگر احمدؑ کسی مسلمان حاکم کے ماتحت ہوتے۔ تو اس پیشگوئی کا سمجھنا مشکل نہ ہوتا۔ اُس سلوک سے جو احمدؑ کے پیرؤں کے ساتھ مسلمان ریاستوں میں ہُوا ہے۔ بالکل ظاہر ہے۔ کہ اگر احمدؑ مسلمان سلطنت میں پیدا ہوتے۔ تو آپ کے لیئے آرام کے ساتھ اپنا کام کرنا مشکل ہوجاتا۔ اور آپ کو مجبورًا اپنے عربی آقا کی طرح کسی اور جگہ پناہ لینی پڑتی۔ لیکن چونکہ آپ برٹش انڈیا میں رہتے تھے اور سلطنت انگلشیہ کی مذہبی آزادی کی وجہ سے اپنا پیغام پہنچانے کے لیئے پوری آزادی حاصل تھی۔ نہ صرف آپ کو بلکہ آپکے پیرؤوں کو بھی پوری آزادی حاصل تھی۔ اور آپکے مخالف خواہ وہ مسلمان ہوں۔ ہندو ہوں۔ سکھ ہوں یا عیسائی ہوں۔ آپکے پیرؤوں کو کچھ تکلیف نہیں دیسکتے تھے اسلیئے ہمیں یہ سمجھ نہیں آتا تھا۔ کہ یہ الہام کس طرح پورا ہوگا۔ اور اس بات کی صرف اُسوقت سمجھ آئی۔ جبکہ ہمیں لاہور سے آپ کی وفات کی خبر پہنچی۔ کیونکہ آپ لاہور میں ہجرت کی نیت سے نہیں گئے تھے بلکہ یہ آپ کا ایک ایسا ہی سفر تھا جیسے آپنے کئی ایک سفر اور شہروں کی طرف بھی کیئے اور وہاں بڑی بڑی مُدت تک قیام فرمایا۔ مثلاً گورداسپور میں آپ مع اصحاب و اہل بیت ایک لمبا عرصہ مقیم رہے بلکہ لاہور کے قیام کے دنوں میں تو قادیان میں لنگر بند نہیں ہُوا تھا مگر گورداسپور کے قیام کے زمانہ میں تو آپنے لنگر قطعی طور پر اُٹھا دیا تھا۔ لیکن لاہور کو ایک افسوسناک امتیاز حاصل ہُوا ہے جس سے دوسرے شہروں کو خدائے تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور وہ قابل افسوس امتیاز یہ ہے کہ دوسرے شہروں نے تو خدا کے مسیحؑ کو صحیح وسلامت واپس کردیا۔ مگر لاہور نے بجائے حضرت مسیح موعودؑ کو صحیح وسلامت واپس کرنیکے ایک جنازہ واپس کیا۔ اور اگر اس شہر میں خدا کے مسیحؑ کا مبارک جسم مدفون ہوتا تب بھی یہ برکت اُس داغ کی کچھ تلافی کردیتی مگر لاہور پر افسوس کہ خدا نے اُسکو اس عزت اور برکت سے محروم رکھا اے پنجاب کے شہرو! جن میں خدا کے مسیحؑ نے کچھ دن قیام فرمایا۔ تم خوشی کرو کہ تم نے اپنی مقدس امانت صحیح وسلامت خوشی خوشی واپس کردی اور تم اُس داغ سے محفوظ رہے جو لاہور کے حصہ میں آیا۔ لاہور میں زندہ مسیحؑ داخل ہُوا مگر اُس نے ایک جنازہ واپس

Digitized by Khilafat Library

کیا۔ اور خدا کے مسیح کا مبارک مدفن ہونے کے فخر سے محروم رہا۔ اے لاہور۔ کیا یہ تیرے لیئے کم افسوس کی بات ہے کہ خدا کا مسیح تیرے اندر جان دے مگر خدا یہ پسند نہ کرے کہ اُسکی مبارک نعش تیری سرزمین میں دفن ہو۔ اے لاہور۔ مَیں سُنتا ہوں کہ آج چھ سال کے بعد تو اس بات پر فخر کرتا ہے کہ خدا کا مسیح تیرے اندر اپنی جماعت کو یتیم چھوڑ کر اس جہان سے رخصت ہُوا۔ مجھے اس تیرے فخر پر تعجب آتا ہے۔ یہ تو ایک افسوس ناک واقعہ تھا جو تیرے حصّہ میں آیا۔ پس افسوس کہ تو اس افسوسناک واقعہ کو فخریہ طور پر پیش کرتا ہے اگر تو واقعی خدا کی نظر میں مقبول تھا اور تیری سرزمین خدا کے نزدیک کچھ عزت رکھتی تھی تو پھر خدا نے کیوں یہ پسند نہ کیا کہ خدا کا برگزیدہ رسول تیری سرزمین میں مدفون ہو۔ خدائے تعالیٰ نے تو اتنا بھی گوارا نہ فرمایا کہ صرف چند روز کے لیئے بطور امانت اُسکے پیارے مسیح کا مقدس وجود تیری سرزمین میں مدفون ہو۔ اے لاہور۔ مجھے تیرے اس فخر پر بار بار تعجب آتا ہے۔ تیرے لیئے تو یہ ماتم کا مقام تھا کہ تُو خدا کے مسیح کا مدفن ہونے سے محروم کیا گیا۔ مگر تُو ہے کہ اسپر فخر کرتا ہے۔ اگر تیرے اندر کچھ احساس ہوتا تو تو اِس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالتا کہ تُو خدا کی نظر میں مقبول نہیں۔ ورنہ خدا تجھے اس برکت سے محروم نہ کرتا۔ تجھے تو چاہیئے تھا کہ جسوقت خدا کے رسول کا جنازہ تیری زمین پر سے اُٹھایا گیا تھا تو تو اسوقت اپنی بدقسمتی پر ماتم کرتا اور دیکھتا کہ تُو خدا کی نظر میں مقبول نہیں بلکہ خدا تیری سرزمین پر ناراض ہے اسلیئے اُس نے پسند نہیں کیا کہ خدا کا نبی تیری سرزمین میں مدفون ہو۔ بلکہ خدائے تعالیٰ نے تجھے اس فخر سے محروم کر کے ایک اور شہر کو اس عزت کے لیئے منتخب کیا۔ ایک عزت کا موقعہ تیرے سامنے آیا تھا مگر وہ عزت تجھے نہ دی گئی بلکہ ایک اور مقام کو دی گئی جس سے معلوم ہُوا کہ تُو خدا کی نظر میں اس عزت کے لائق نہ تھا بلکہ اس عزت کے لائق وہی سرزمین تھی جس کے اندر وہ مبارک وجود مدفون ہُوا۔ ایک انعام کے دینے کا وقت آیا تھا۔ اور تُو اس انعام کے بالکل پاس موجود تھا مگر خدا نے تجھ سے وہ انعام چھین کر ایک اور مقام کو دیدیا پس معلوم ہُوا کہ تُو اس انعام کے لائق نہ تھا ورنہ تیرے ہاتھوں میں سے وہ انعام چھین کر دوسرے مقام کو نہ دیا جاتا۔ مگر تعجب ہے کہ اب تُو اُسی مقام

کے مقابل میں کھڑا ہوگیا ہے اور اپنی محرومی اور اُس مقام کی عزت افزائی کی طرف نہیں دیکھتا۔ جو امر تیرے لیئے شرم کا مقام تھا تو اُسی پر فخر کرتا ہے۔ اگر کوئی مقام دنیا میں ایسا ہے جس سے تو مشابہت کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ کھوپری کا مقام ہی جہاں ایک قوم نے اپنے زعم میں مسیح علیہ السلام کو جان سے ماردیا تھا۔ مگر تیری طرح اُس کو یہ فخر حاصل نہ ہوا کہ اُس مسیحؑ کی قبر اس مکان پر بنائی جائے بلکہ حضرت مسیحؑ کے دوست آپ کے مبارک جسم کو وہاں سے اُٹھا کر لے گئے اور ایک باغ میں آپ کے لیئے ایک قبر تجویز کی گئی جس میں آپ کا مبارک وجود داخل کیا گیا پس اگر وہ کھوپری کا مقام اُس باغ پر فخر کر سکتا ہے تو تجھے بھی بے شک یہ حق حاصل ہے کہ تو قادیان کی ارض مقدس کے مقابل میں کوئی فخر کر سکے۔

اے لاہور۔ جیسا تو خدا کے نبی کا مدفن بننے سے باوجود موقعہ ملنے کے محروم رکھا گیا جو تیرے لیئے ایک ماتم کا مقام ہے ایسا ہی اسوقت ایک اور موقعہ بھی عزت حاصل کرنیکا تجھے ملا تھا مگر خدا نے تجھے اُس دوسری عزت سے بھی محروم رکھا اور وہ عزت خلافت قائم ہونے کی عزت تھی۔ جسکے ذریعہ مسیحؑ کا وجود دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں ظاہر ہوا اور تو نے خود تسلیم کیا کہ خلیفہ اوّل کی خلافت کا زمانہ حضرت مسیحؑ کی ہی زندگی کا ایک زمانہ تھا۔ مگر یہ فخر تجھے نہ دیا گیا کہ مسیحؑ کے دوبارہ زندہ ہونیکا نشان بھی تیری زمین پر ظاہر ہو بلکہ اس فخر کے لیئے بھی خدا نے قادیان کی ارض محترم کو ہی پسند کیا اور باوجود موقعہ کے تجھے اس عزت سے محروم رکھا۔ تیری سرزمین پر خلیفہ اوّل کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ وہ خلافت کے منصب پر کھڑے ہوں مگر خدا کے منشاء کے ماتحت اُس نے تیرے شہر کو اس عزت کے شایاں نہ سمجھا اور اس نشان کے ظہور کے لیئے اُس نے قادیان کی سرزمین کو پسند کیا۔ پس تیرے حصہ میں تو سوائے اس داغ کے اور کچھ نہ آیا کہ ایک افسوسناک واقعہ تیری سرزمین پر واقعہ ہُوا۔ اور تو سارے انعامات سے محروم کیا گیا۔ پس تو اپنی محرومی پر جسقدر افسوس کرے تھوڑا ہے۔ کیونکہ تیرے حصہ میں سوائے ماتم کے اور کچھ نہ آیا۔

پھر تُو اس الہام پر بھی غور کر۔ وہ الہام ہے "داغ ہجرت"۔ اسکو داغ ہجرت اس لیئے کہا گیا کہ یہ وفات کا واقعہ مسافری کے ایّام میں واقعہ ہوا۔ پس خدا نے اُن دنوں کو جو لاہور میں مسیحؑ کے ٹھہرنے کے دن تھے ایک مسافر کے دنوں سے مشابہت دی ہے۔ اور آپ کی وفات کو ایک ایسے شخص کی وفات سے مشابہت دی ہے جو سفر کے دنوں میں اپنے گھر سے باہر کسی جگہ ایک مسافر کی حالت میں فوت ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خدا نے لاہور کو مسیحؑ کا شہر یا مسیح کا گھر قرار نہیں دیا بلکہ جب مسیحؑ تیرے اندر ٹھہرا ہوا تھا تو وہ خدا کے نزدیک ایک مسافر کی حیثیت میں تھا اسلیئے اُن جدائی کے ایّام میں آپ کا وفات پانا لفظ ہجرت کے ساتھ داغ کے لفظ کے بڑھایا جانیکا موجب ہوا۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکّہ میں وفات نہیں پائی تھی بلکہ ایک دوسرے شہر میں۔ لیکن آپ کی ہجرت کے ساتھ داغ کا لفظ نہ بڑھایا گیا کیونکہ اُس دوسرے شہر کو اُس نبیؐ نے اپنا گھر ٹھہرالیا تھا۔ اور وہ واقعہ میں مدینۃ النبیؐ تھا اور آپ وہاں مسافر کی حیثیت میں نہیں رہتے تھے۔ مگر تیرے اندر خدا کا نبیؑ ایک مسافر کے رنگ میں ٹھہرا اور میری موجودگی میں اُس نے ایک صاحب کے سامنے بیان کیا جو آجکل لاہور میں تشریف رکھتے ہیں کہ اب میرا ارادہ یہاں سے کسی اور شہر میں جانیکا ہے۔ مگر چونکہ یہ داغ لاہور کے لیئے مقدر تھا اسلیئے آپ نے لاہور میں ہی ایک مسافر کی حالتمیں وفات پاکر داغِ ہجرت کے الہام کو پورا کیا۔ پس اے لاہور۔ تجھ پر یہ وفات ایک داغ ہے۔ مگر تو اسی پر فخر کرتا ہے۔ اگر خدا کا نبی واقعہ میں تجھے اپنا شہر تصور کرتا تو داغ کا لفظ الہام میں نہ بڑھایا جاتا۔ پس یہ لفظ تیرے سبب بڑھا۔ پس یہ واقعہ تو تیرے لیئے ایک داغ ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ تُو مدینۃ المسیحؑ ہونیکے دعوے میں جھوٹا ہے۔ اگر تُو واقعہ میں خدا کے نزدیک مدینۃ المسیحؑ ہوتا تو پھر داغ کا لفظ الہام میں نہ ہوتا کیونکہ جو نبیؐ مدینہ میں فوت ہوا تھا اُسکے متعلق کوئی ایسا الہام نہ تھا جیسا کہ "داغ ہجرت"۔ پس یہ داغ تجھ پر ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نبیؑ نے تجھے اپنا شہر قرار نہیں دیا تھا۔ الغرض احمدؑ مع اپنے اہل بیت اور دیگر مہاجرین کے لاہور کو گئے تھے۔ وہ وہاں ایک مہینہ رہے۔ اور پھر اُسجگہ آپ نے

وفات پائی سو اس سے ظاہر ہے۔ کہ آپ کی وفات ایک اجنبی شہر میں ہوئی۔ اور عین الہام "داغِ ہجرت" کے مطابق واقع ہوئی۔ ۲۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور سے حضرت اقدسؑ کی وفات کی تار پہنچی۔ اس افسوسناک تار سے احمدؑ کا ایک اور الہام پورا ہوا۔ جو کہ ۲۰۔ فروری ۱۹۰۷ء کو ہوا۔ اور وہ الہام یہ ہے **افسوس ناک خبر آئی ہے۔** دیکھو ریویو آف ریلیجنز اردو بابت مارچ ۱۹۰۷ء اور جہاں یہ الہام درج ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اس الہام کے بعد آپکے ذہن کا انتقال لاہور کے بعض احباب کیطرف ہوا جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ افسوسناک خبر لاہور سے آنیوالی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۲۷۔ مئی ۱۹۰۸ء کو احمدؑ کی نعش مبارک قادیان میں لائی گئی۔ اور آپکے الہامات میں اسکے متعلق بھی بالکل صاف خبر موجود ہے۔ ہم ریویو آف ریلیجنز اردو بابت جنوری ۱۹۰۸ء میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں۔ کہ احمدؑ کو

۲۔ دسمبر ۱۹۰۷ء کو مفصلہ ذیل الہامات ہوئے۔ ۲۷۔ کو ایک واقعہ (ہمارے متعلق) اللہ خیر و ابقٰی۔ خوشیاں منائیں گے وقت رسید۔ وہ لفظ جو کہ خطوط کے اندر ہیں۔ .... یہ الفاظ صاف اُس واقعہ کو ظاہر کرتے

ہیں۔ جو کہ ۲۷۔ تاریخ کو واقعہ ہوا۔ اور الفاظ اللہ خیر و ابقٰی کو اُن الفاظ کے بعد لانا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ واقعہ احمدؑ کی وفات کے متعلق تھا۔ یہ الفاظ ۲۷۔ مئی کو ہم میں سے ہر ایک کی زبان پر جاری تھے۔ جبکہ آپ کی نعش مبارک قادیان میں لائی گئی۔ کیونکہ ہمیں ان لفظوں سے تسلّی ملتی تھی۔ اور الہام کے آخری لفظ یعنی "وقت رسید" صاف ظاہر کرتے ہیں کہ موت قریب تھی۔ چنانچہ وفات اس الہام سے پانچ مہینے بعد ہوئی اور الفاظ "خوشیاں منائیں گے"۔ اس طرح پورے ہوئے۔ کہ دشمنوں نے آپکی موت پر جو کہ لاہور میں واقع ہوئی خوشیاں منائیں۔ اور آپ کے مخالفوں کو آپکی وفات پر اسقدر خوشی ہوئی۔ کہ انہوں نے تمام لاہور جیسے شہر میں ڈھنڈھورا پھرایا کہ مرزا فوت ہو گیا ہے آپکے نادان مخالف خیال کرتے تھے۔ کہ آپ کی وفات کے ساتھ ہی آپکے سلسلہ کا خاتمہ ہو جاویگا۔ اور اسی لئے انہوں نے خوشیاں منائیں۔ لیکن انہیں کیا معلوم۔ کہ احمدؑ کی وفات کے گیارہ دن پہلے ۱۵۔ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ الہام ہوا تھا۔ ڈرومت مومنو

جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ احمدؑ کی موت سے یہ نہ سمجھنا۔ کہ اُس کے سلسلے کو کوئی نقصان پہنچیگا پس احمدؑ کے مخالفوں کی امیدیں بر نہ آئیں۔ آپ کی وفات کے دن اُس مکان کے باہر جس میں آپ کا وصال ہوا۔ مخالفوں کا ایک بڑا جمگھٹا ہو گیا کیونکہ معلوم تھا۔ کہ قادیان لیجانے کے لئے آپ کی نعش مبارک کو ریلوے سٹیشن پر لے جاویں گے۔ اس لئے وہ بڑی تعداد میں جمع ہو گئے۔ کہ نعش مبارک کو جبراً چھین لیا جاوے۔ اور اُس کی ہتک کی جاوے۔ اور نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ اِس شرمناک کام میں صرف مسلمان ہی شریک تھے۔ اور اُن مسلمانوں پر یہ ایک ایسا دھبہ ہے جو کبھی نہیں مٹیگا۔ لیکن ہم سلطنت کے بڑے ہی مشکور ہیں۔ کہ اُس نے اِس نازک وقت میں ہماری مدد کی۔ شہر کی پولیس فوراً آگئی۔ اور اُس مجمع کو جو کہ احمدؑ کی نعش مبارک کی ہتک کے درپے تھے تتر بتر کر دیا۔ اِس سے ایک اور الہام پورا ہوا۔ اور وہ الہام یہ ہے۔ **پس پا شدہ ہجوم**۔ یعنی مجمع ہٹا دیا جائے گا۔ اور یہ الہام اُس الہام کے ساتھ ہی ہوا تھا۔ جس میں لاہور سے ایک افسوسناک خبر آنیکی پیشگوئی تھی۔ سو اُس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ مجمع کا تتر بتر ہونا اور لاہور سے ایک افسوسناک خبر آنا ایک ہی واقعہ کے متعلق تھے۔ یعنی احمدؑ کی وفات کے متعلق۔

احمدؑ کے اُن الہامات میں جن میں آپ کی وفات کی خبر دی گئی تھی ایک الہام وہ تھا جو ۷ مارچ ۱۹۰۷ء کو ہوا۔ (دیکھو اردو ریویو بابت مارچ ۱۹۰۷ء) **اعجبتم ان تموتوا**۔ انکی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔ یہ الہام اُسوقت لفظ بلفظ پورا ہوا۔ جبکہ احمدؑ کی لاش کو لاہور سے کفن میں لپیٹ کر لائے۔ اور الفاظ اعجبتم ان تموتوا (کیا تمھیں اپنے مرنے سے تعجب آتا ہے) اس بات کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ ان کی لاش سے مراد احمدؑ ہی کا جسم مبارک ہے اور جمع کے الفاظ ادب کے لئے استعمال کرنا اسی نتیجہ کی تائید کرتا تھا۔

اور اِس الہام سے پانچ دن پہلے ۲ مارچ ۱۹۰۷ء کو مفصلہ ذیل الہام ہوئے تھے۔ **ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر۔ یا ایہا الناس**

اعبدوا ربکم الذی خلقکم انت الذی طار الیّ روحہ۔ احمد نے خود تشریح فرمائی کہ پہلے اردو الہام میں مخاطب حضرت ام المومنین ہیں۔ اور ساتھ کے الہام کی نسبت بھی آپنے بیان فرمایا۔ کہ خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ کہ الہام کے مخاطب گھر کے آدمی ہیں۔ خصوصاً حضرت اُم المومنین۔ اور انہیں اس الہام میں یہ تعلیم دی گئی تھی۔ کہ وہ خدا کو ہی اپنا ناصر و محافظ سمجھیں۔ دیکھو۔ ریویو آف ریلیجنز اُردو بابت مارچ ۱۹۰۷ء۔ اور الہام انت الذی طار الیّ روحہ۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ تُو وہ ہے جس کی روح نے میری طرف پرواز کی۔ اس الہام سے ظاہر ہے۔ کہ احمد کی وفات کا وقت بالکل قریب تھا۔ اور یہ تینوں الہامات مسیح موعود کے قرب وفات کی خبر دیتے تھے۔ اور حضرت اُم المومنین کو یہی سمجھایا گیا۔ کہ انہیں خدا پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اور کسی پر نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اُن کا خاوند اب اُن سے جدا ہونے والا ہے۔ اور اُس کی روح اپنے پیدا کنندہ کی طرف جانے والی ہے۔ چنانچہ اس الہام کے بعد چودہ مہینے کے اندر ہی حضرت ام المومنین بیوہ ہو گئیں۔

الہامات جن میں احمد کی وفات کی خبر تھی۔ پے در پے ہوتے گئے۔ اور جوں جوں موت کا وقت قریب آتا گیا۔ توں توں انکا سلسلہ بڑھتا گیا۔ ۷۔ مارچ ۱۹۰۸ء کو یہ الہام ہوا **ماتم کدہ** اسکے ساتھ آپنے دیکھا۔ کہ ایک لاش آپ کے سامنے لائی گئی ہے۔ دیکھو ریویو آف ریلیجنز اُردو بابت مارچ ۱۹۰۸ء۔ اسکے پچاس دن بعد احمد کا گھر واقعی ماتم کا گھر ہو گیا۔ لیکن اُس شخص کی لاش جس کی وفات نے گھر کو ماتم کا گھر بنا دیا۔ اُس گھر میں نہ تھی۔ بلکہ الہام کے مطابق لاش باہر سے لائی گئی۔

جبکہ احمد نے اپنے گھر کو لاہور جانے کے لیئے چھوڑا۔ تو آپ کو ایک الہام ہوا۔ جو آپکی آخری گھڑی کے قرب کی خبر دیتا تھا۔ اور وہ الہام یہ ہے۔ مکن تکیہ برعمر ناپائیدار۔ مباش ایمن از بازیٔ روزگار۔ ناپائیدار عمر پر بھروسہ نہ کرو۔ زمانے کی کھیل سے بے خوف مت ہو۔ اس شعر کا دوسرا مصرعہ اُسوقت الہام ہوا۔ جبکہ آپ گھر سے لاہور کی طرف روانہ ہونے لگے تھے۔ اور جب لاہور میں داخل ہوئے۔ تو پہلا مصرعہ الہام ہوا۔ اِن الہامات نے آپ کو جتلا دیا

کہ یہ ایسا سفر ہے۔ کہ جس سے آپ زندہ واپس نہیں آئیں گے۔ مشرقی شاعروں میں یہ رواج ہے کہ وہ کسی کی وفات کا سن شعر کے مصرعہ سے نکالتے ہیں۔ ابجد کے ہر ایک حرف کے لیئے ایک ہندسے کی تعداد مقرر ہے۔ سو اس لحاظ سے اگر ہم تکن تکیہ بر عمر ناپائیدار کے اعداد نکالیں تو اس سے احمدؑ کی وفات کا ہجری سنہ نکل آتا ہے۔ احمدؑ سنہ ۱۳۲۶ھ میں فوت ہوا۔ اور ابجد کے حساب سے مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار کے اعداد ۱۳۲۶ بنتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ مصرعہ صرف آپ کی وفات کی ہی خبر نہیں دیتا بلکہ اس میں آپ کی وفات کا سن بھی بتلایا گیا۔ اور دوسرا مصرعہ۔ مباش ایمن از بازی روزگار ۲۶۔ اپریل سنہ ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا تھا۔ اور دوسرے مہینے اسی تاریخ کو احمدؑ کی وفات ہوئی۔ مذکورہ بالا الہام احمدؑ کی وفات کے متعلق آخری الہام نہیں ہے۔ بلکہ اس کے بعد ۹۔ مئی کو یہ الہام ہوا۔ الرحیل ثم الرحیل۔ یعنی کوچ کرنے کا وقت آگیا۔ اسکے بعد یہ الہام ہوا۔ موت قریب ان اللہ یحمل کل حمل۔ موت قریب ہے۔ اور خدا خود تمام بوجھ اپنے ذمہ لیگا۔ اور اس کے بعد یہ الہام تھا۔ ڈرو مت مومنو۔ مگر باوجود ان تمام پیشگوئیوں کے احمدؑ کی وفات ہمارے لیئے ناگہانی وفات تھی وہ لاہور میں ایک پورا مہینہ ٹھہرے۔ اور باوجود وفات کے الہامات کے کسی آدمی کو یہ خیال نہ تھا کہ وہ وقت جسکے متعلق اطلاع دی گئی ہے۔ آگیا ہے۔ اگر آپ احمدؑ کی ڈائری کو بدر کے پرچوں سے ملاحظہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جاویگا۔ کہ آپ کی موت ناگہانی ہوئی۔

آپ اخیر دن تک اپنی معمولی صحت کی حالت میں رہے۔ اس شام سے پہلے جب آپ بیمار ہوئے۔ آپ سارا دن ایک رسالہ کے لکھنے میں مشغول رہے جس کا نام پیغام صلح ہے۔ اور تاریخ مقرر کی گئی۔ کہ اس پیغام کو ٹاؤن ہال میں ایک بڑے مجمع کے سامنے پڑھا جاوے۔ اور اس دن کی شام کو حسب معمول سیر کے لیئے باہر تشریف لے گئے۔ اور کسی آدمی کو خبر نہ تھی۔ کہ یہ آپ کا آخری سیر تھا۔ رات کو وہ ایک سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اور صبح دس بجے کے قریب آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی وفات کی خبر احمدی جماعت کے لیئے بالکل ناگہانی تھی۔ چنانچہ جس جگہ یہ خبر پہنچی۔ لوگوں کو اسکی صداقت

پر اعتبار نہ آیا۔

مذکورہ بالا بیان سے ناظرین معلوم کرسکتے ہیں۔ کہ احمدؑ کی وفات بھی آپ کی سچائی کا بڑا بھاری نشان تھا۔ کیونکہ آپ کی وفات سے آپ کی بہت سی پیشگویاں اور کشوف پورے ہوگئے۔ اور یہ پیشگویاں صرف آپ کی موت کی ہی خبر نہ دیتی تھیں۔ بلکہ ان میں مفصل طور پر آپ کی موت کے متعلقہ واقعات کا بھی ذکر تھا۔ جو شخص ان پیشگوئیوں کو بنظر غور دیکھے گا۔ اُسے معلوم ہوجاویگا۔ کہ ان پیشگوئیوں کا شائع کرنیوالا واقع میں خدائے تعالیٰ کا فرستادہ اور ایک سچا نبی تھا۔ واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

ایک ضروری اپیل

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر خاص نظر عنایت کرتا ہے تو اُس قوم میں اپنے فضل سے کسی رسول کو بعوث فرماتا ہے تا وہ قوم جو خدا سے تعلق کو توڑ کر مدتوں سے مرچکی ہے۔ اس رسول کے ذریعہ خدا پر از سرِ نو زندہ ایمان لاکر اسکے فضلوں کی وارث بنے۔ اور خدا کے فیضان کی وارث ہو۔ اور اسمیں پھر دوبارہ زندگی کی روح قائم ہو۔

یہ یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کہ ایسے وقت میں قوم کی بہتری اور فلاح کے لیئے تزکیہ کے طور پر امتحان بھی مقرر کیا جاتا ہے تا وہ قوم اس امتحان میں کامیاب ہوکر اپنے تئیں ثابت کردے کہ جس مقصد اور کام کے لیئے خدا اس قوم کو کھڑا کیا چاہتا ہے وہ اسکی اہل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسکی اولاد کو جب نبوت کے لیئے مخصوص کرنا چاہا۔ تو حضرت ابراہیمؑ سے بیٹے کی قربانی طلب کی۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے اس فرمان کو پورا کیا تو اسکے انعام میں انہیں لوگوں کا پیشوا بنادیا جیساکہ فرمایا واذ ابتلٰی ابراھیم ربہ بکلمٰت فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما۔ اور نبوت کے سلسلہ کو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں جاری کردیا۔ اور اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی قوم کو زندہ کرنا چاہا اور چاہا کہ فرعون کے ہاتھ سے وہ نجات پائے تو اس قوم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجدیا تا وہ قوم

حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ خدا پر اور اسکی صفات پر ایمان لائے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ اس عظیم الشان کام کے لیئے خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائیش میں ہی ایسے نشانات رکھدیئے کہ جنکے مشاہدہ سے اس قوم کو اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اسکی عظیم الشان طاقتوں پر زندہ ایمان حاصل ہوگیا۔ اور فرعون جیسے متکبر بادشاہ کے مقابلہ کیلیئے کھڑی ہوگئی۔ جب ہم اس قوم کی اس قربانی کو دیکھتے ہیں جو اس نے اس نازک وقت میں دکھائی جبکہ آگے دریا اور پیچھے فرعون مع لشکر۔ تو رشک آجاتا ہے۔ اس حالتمیں انہوں نے خدا کی رضا اور اسکے حکم کے ماتحت اپنے آپ کو بیجان چیز کی طرح دریا میں ڈالدیا۔ سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ خدا کا وصال اور اسکی رضا اپنے پر سب موتوں کے وارد کر لینے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ جبتک انسان خدا کے حکم کے ماتحت ذبح نہ ہوجائے فلاح نہیں پاتا۔ اسکے بعد صحابہ کرامؓ کی قربانیوں اور انکے حصول انعام کے قصہ کو میں آپ لوگوں کے سامنے دوہرانا نہیں چاہتا کیونکہ آپ خود بخوبی واقف ہیں۔ کوئی مشکل سے مشکل اور کڑے سے کڑا امتحان نہ ہوگا جنمیں ان لوگوں نے سو فیصدی نمبر نہ حاصل کیئے ہوں انہوں نے اپنی جان مال اولاد کو خدا کی رضا میں اسطرح پیش کر دیا کہ اپنا کچھ بھی نہ رکھا صرف اسی کے ہوگئے اور خدا انکا ہوگیا۔ صحابہؓ کے اسی ایثار اور قربانی کو دیکھکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ سو اے پیارو! جبکہ کامیابی کی یہی ایک کلید ہے۔ کہ انسان خدا کی رضا میں اپنی جملہ خواہشات اور محبوبات کو قربان کر دے۔ جیسا کہ فرمایا لن تنالوا البر حتٰی تنفقوا مما تحبون۔ یعنی کسی طرح بھی نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ خدا کی رضا میں اپنی پیاری سے پیاری چیزوں کو قربان نہ کرو۔ سو اے دوستو! اب جبکہ تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بیکسی کو دیکھکر آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم میں نازل فرمایا اور خدا کے اس برگزیدہ نے ارشاد الٰہی کے ماتحت ہم سے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا اقرار لیا۔ جس اقرار میں کہ ہماری کامیابی اور فلاح کی کلید ہے تو پس اگر ہم نے اس اقرار کو عملاً پورا نہ کیا۔ تو کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا تو ایک انتہائی اقرار ہے۔ جس پر کہ ہم نے قدم مارنا ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس اقرار کے ابتدائی منزل میں جو کہ اس انتہائی اقرار کے پورا کرنیکے لیئے پہلا زینہ ہے ہم نے کس مضبوطی سے قدم مارا ہے۔ وہ ابتدائی منزل کا اقرار کیا ہے یہی کہ ومما رزقنٰھم ینفقون کے ماتحت چندوں کا ادا کرنا۔ سو اے دوستو! اگر ہم اس پہلی ہی منزل میں فیل ہوگئے تو پھر فلاح کی کیا امید۔ ابھی تک تو ہماری نازک حالت کا وہی نقشہ ہے

جو حافظ شیرازی نے اپنے اس شعر میں کھینچا ہے ؎ شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل * کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا یعنی جن لوگوں نے ابھی دریا میں قدم نہیں رکھا اور یا جو دریا سے پار گذر گئے ہیں وہ ہماری ان تکالیف سے کیا علم رکھتے ہیں [illegible] اسوقت ہماری کشتی بھی منجدھار میں ہے۔ اور چاروں طرف سے تاریکی چھا رہی ہے۔ بڑے بڑے مگرمچھ کشتی پر حملہ آور ہیں۔ اور دیگر مذاہب کی موجوں کے تھپیڑے کشتی کو زور زور سے روند رہے ہیں اور خود کشتی کے اندر بھی باہم ہل چل ہو رہی ہے۔ دشمن دیکھ رہا ہے کہ کشتی کب ڈوبتی ہے۔ ایسی نازک حالت میں ہمارا اپنے فرائض سے غافل ہو جانا۔ اپنے ہاتھوں سے کشتی کو ڈبونا ہے۔ اے صاحبان اس خطرناک حالت کو محسوس کرکے ہوشیار ہو جاؤ۔ ناخدا ان بلاؤں سے نجات بخشے۔ یہ جو باہمی تفرقہ ہے اگرچہ یہ ایک خطرناک زلزلہ ہے۔ مگر اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ خدا کے حضور گر جانا چاہیئے۔ ہمارے خلیفہ عمر ثانی کا نام حضرت اقدسؑ نے یوسفؑ بھی فرمایا ہے۔ اس لیئے بھائیوں سے مخالفت کا ہونا ضروری ہے تا اس خلیفہ کی صداقت اتم طور پر پوری ہو اب جبکہ پہلی بات پوری ہو چکی ہے تو دوسری بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلد پوری ہوگی یعنی یوسفؑ کے بھائی اپنی غلطی سے پشیمان ہونگے۔ اور معافی طلب کرینگے اور یوسف ثانی بھی ان سے چشم پوشی اور درگذر سے کام لیگا تا خلیفہ اولؓ کی وصیت کے الفاظ کا مطلب بھی پورا ہو کہ میرا جانشین چشم پوشی اور درگذر سے کام لے۔ اسکے سوا بھی خلیفہ کے ساتھ حسب فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مخالفت کا ہونا اس وجہ سے بھی ضروری تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ "قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا ابھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے" اسلیئے اسوقت جو اعتراضات بعض لوگوں کی طرف سے ہو رہے ہیں اس خلیفہ کی صداقت پر مُہر ہیں۔ تا اس مخالفت میں خلیفہ کی اولوالعزمی ثابت ہو اور ان نشانات کے ذریعہ لوگ سچائی قبول کریں اور حق ترقی کرے قرآن کریم کے رو سے بھی خلیفہ کی مخالفت کا ہونا ضروری امر ہے جیسا کہ آیت ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا سے ظاہر ہے۔ مگر ایسی مخالفت جسکے اندر بے انتہا بشارتوں کا دریا بہ رہا ہو ہماری کسی مایوسی کا باعث نہیں ہونی چاہیئے ہمیں تو اس روک کو دور کرنا ہے جس روک کے پیچھے آب حیات ہو سارے کا سارا زور لگا دینا چاہیئے سو صاحبان یہ وقت ہماری ہمت دکھانے کا ہے۔ نہ کہ سست ہونیکا۔ جو لوگ اسوقت چندہ میں سستی کرینگے وہ جلد تر حسرت سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر کھائینگے۔ اگر مال کی قربانی میں بخل کروگے تو خدا کسی اور قوم کو اس کام کیلئے کھڑا کر دیگا کیونکہ خدا کے ارادے تو رک نہیں سکتے اس نے تو اس سلسلے کو دنیا میں ضرور پھیلانا ہی ہے کیا وہ قادر نہیں کہ ایک بادشاہ کو احمدی بنا دے جو تمام اخراجات کا متحمل ہو جائے۔ مگر پھر وہ ثواب جو آج چند پیسوں سے ملتا ہے کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔ اسوقت خدا نے ہمیں ایک یوسفؑ دیا ہے۔ اگر اسکی رضا میں ہم سب کچھ بھی نثار کر دیں جیسا کہ مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم نے کیا تو یہ بات ادنیٰ سی فرض سے باہر نہیں۔ اگر ہم چندہ میں بھی سستی کرینگے تو اس عورت سے بھی پیچھے رہ جائینگے جس نے کہ حضرت یوسفؑ کے صرف ظاہری حسن و جمال پر اپنا مال اور آرام قربان کر دیا تھا حضرت اسمٰعیل کی طرف ہی دیکھ لو کہ آٹھ سالہ عمر میں اپنی جان خدا کے آگے رکھ دی۔ غرض اگر ہم

... پہلے آپ نے خدا کی خوشنودی کیلئے چندوں کا بار کوئی ذمہ اٹھا رکھا ہے۔ تو اب اس مبارک کام کیلئے غیر کو جگہ نہ دو۔ انگریزی ترجمہ قرآن شریف صدر انجمن کے صرف سے ہوگا ہر غیر کو اس کا حق نہیں۔ لہٰذا ہر قسم کے چندے دارالامان قادیان روانہ فرما دیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد ہے۔ والسلام

شیر علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

۴ آپ فضلوں کے وارث بننا چاہتے ہو تو قربانی کرنا سیکھو۔ آخر میں دعا ہے کہ خدا خود ہی چندوں کے متعلق القا کرے۔ اور چندوں کی ضروریات کو آپکے دل محسوس کر جائیں۔ جسقدر چندے جمع ہیں۔ فوراً خزانہ صدر انجمن میں ارسال فرمائیں اور آئندہ ترسیل چندہ کے لیئے دل و جان سے سعی فرمائیں۔ غیر قومیں لاکھوں روپیہ نثار کرتی ہیں مگر وہ قومیت کے لئے [illegible]

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۴ء - دفتر محاسب قادیان دار الامان

صیغہ تعلیم

فیس مدرسہ	فیس بورڈنگ ہاؤس	چندہ مدرسہ	گرانٹ سرکاری	اراضیات	متفرق	متفرقی	میزان	نقد باقیہ	میزان	عملہ	سامان	سامان بورڈنگ	متفرق	عملہ بورڈنگ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	متفرقی	[illegible]	[illegible]	میزان	بقایا
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مدرسہ احمدیہ

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل

اشاعت

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	باقی

صیغہ بیت المال

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل

مقبرہ

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل

تعمیر

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل

مساکین

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	باقی

زکوٰۃ

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	باقی

[illegible]

بقایا صیغہ جات یکم جون سنہ ۱۹۱۴ء

تعلیم	۳	۱	۶۴۳۶
اشاعت	۱۱	۱۴	۱۹۴۹
مساکین	۵	۱	۱۷۱۷
زکوٰۃ	۱	۱۳	۴۴۵۶
بورڈران ہائی	۵	۱۵	۲۵۸۱
” احمدیہ	۹	۵	۳۵
امانت اندرونی	۶	۱	۹۸۸
” بیرونی	۹	۱۲	۹۸۱
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۹۱۲
میزان	۸	۴	۲۳۰۵۹
منہائی فاضل	۱۰	۲	۱۴۸۵۲
	۱۰	۱	۸۲۰۷
منہائی پیشگی	۳	۵	۸۰۱۰
باقی نزد امین	۷	۱۲	۱۹۶

فاضل صیغہ جات

مدرسہ احمدیہ	۹	۵	۱۸۷۹
بیت المال	۳	۵	۶۳۵۷
مقبرہ	۲	۱	۱۴۳۸
تعمیر	۷	۳	۲۴۳۱
بیتامے	۸	۵	۱۴۰
متفرقات	۵	۱۳	۲۶۰۵
میزان فاضل	۱۰	۳	۱۴۸۵۲

تفصیل پیشگی صیغہ جات

بیت المال	۰	۰	۴۳۶
تعلیم	۰	۱۴	۱۶۲۰
مقبرہ	۳	۵	۵۵۲
اشاعت	۰	۰	۳۰۰
متفرقات	۰	۲	۸۰۱
مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۶۰۰
تعمیر	۰	۰	۳۷۰۰
	۳	۵	۸۰۱۰

خلیفہ رشید الدین
محاسب

محمد اشرف
ناظر

ریویو

نشانِ رحمت:- اس نام کا رسالہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پسر موعود کے متعلق لکھا ہے - اور براہین قاطع سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ مصلح موعود حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی ہیں - مولویصاحب موصوف نے اس موضوع کو بہت عمدہ پیرایہ میں تحریر فرمایا - اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب اور اشتہاروں کے حوالوں سے اپنے مضمون کو مزین کیا ہے یہ رسالہ ہر ایک احمدی کے پڑھنے کے قابل ہے۔ قیمت ار دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے مل سکتا ہے؛

کُتب بینی:- ہمارے مشہور اخبار نویس ماسٹر احمد حسن صاحب فرید آبادی نے اس نام کا ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے۔ جسمیں کتب بینی کے اصول اور قواعد کو اسلامی نقطۂ خیال سے تحریر کیا ہے - اور مطالعہ کرنیوالوں کی صحت اور تندرستی کو قائم رکھنے اور مطالعہ کے مفید پڑنے کی ہدایات بھی لکھی ہیں۔ یہ رسالہ اپنے مضمون کے لحاظ سے انوکھا اور دلچسپ ہے۔ جس کا پڑھنا ہمارے خیال میں ہر ایک باعلم صاحب کے لیئے مفید اور کارآمد ہے ۲۴ صفحہ کا رسالہ قیمت ار مینجر رفیق ایجنسی کمر بنگش دہلی سے مل سکتا ہے؛

شوق:- اس نام کا ایک ماہواری رسالہ شائع ہوا ہے۔ جسکی غرض اُردو لٹریچر کی دلچسپیوں کو بڑھانا ہے۔ اسوقت تک ہماری نظر سے اسکے دو نمبر گذر چکے ہیں۔ چونکہ ابھی اسکی ابتدا ہے۔ اسلیئے ہمیں امید رکھنی چاہیئے۔ کہ ایسے اسقام کو جو ایک ادبی رسالہ میں نہ ہونے چاہئیں۔ ایڈیٹر صاحب دُور کر دینگے - اور پرانی نظموں سے اپنے نئے رسالہ کو مزین کرنیکی بجائے نئی نظمیں درج فرما دینگے۔ ناظرین کو ہم بطور سفارش اس رسالہ کی خریداری کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ رسالہ کی قیمت ے رجو کہ ایک ۴۸ صفحہ ماہواری رسالہ کے لیئے واجبی ہے ناظرین مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں -

مینجر رسالہ شوق - بازار حکیماں - لاہور

جہانِ اسلام:- عربی - ٹرکی اور اُردو تین زبانوں میں ایک ہفتہ وار اخبار مولوی ابو سعید المعروف عربی نے قسطنطنیہ سے جاری کیا ہے۔ جسکی غرض یہ ہے۔ کہ اسلامی ممالک کے اخبار آسانی سے ہندوستان وغیرہ ممالک میں پہنچائے جاسکیں۔ ۲۴ صفحہ کا اخبار ہر سہ زبانوں میں منقسم شدہ شائع ہوتا ہے۔ جسکی قیمت ۱۲ روپیہ سالانہ پیشگی وصول کیجاتی ہے شائقین مندرجہ ذیل پتہ سے جاری کروا سکتے ہیں۔ دفتر اخبار چمبرلی طاش اندرون باغیچہ - مطبع عثمانیہ صندوق پوسٹ ۱۷۴ استمبول -

Reg. NO. L. 303

۱۵ر

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی

سخت امراض کی آسان دوائیاں

تیس برس سے سارے ہندوستان میں گھر گھر جاری ہے اور امیر سے غریب تک یک نگاہ سے استعمال کرتے ہیں اس لیئے خاصکر اطلاع کی کوئی ضرورت نہیں ہے صرف چند دوائیوں کا نام لکھا جاتا ہے مفصل حالات کے لیئے بڑی فہرست بلا قیمت مفت منگا کر دیکھیئے۔

اصلی عرق کافور۔ ہیضہ و گرمی کے دست کے لیئے نہایت ہی مفید ہے۔ قیمت ۴ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر

جلاب کی گولیاں۔ رات کو کھا کر سو جائے سویرے خلاصہ دست ہو جائیگا قیمت ۱۶ گولیوں کی ڈبیا ۵ر محصولڈاک ایک سے ۶ تک ۵ر

کولا ٹانک۔ کلیجہ کے کمزوری مٹانے اور طاقت بڑھانے کی ایک ہی دوا ہے۔ قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک ۵ر

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم اور ریاح کو دفع کرتا ہے قیمت فی شیشی ۵ر محصولڈاک ۵ر

پین ہیلر

بیرونی اور اندرونی درد کو مٹاتا ہے قیمت فی شیشی ۱۲ر محصولڈاک ۵ر

کلورڈائین پیچش مڑوڑ سول اینٹھن اور آنوں کے دست کے لیئے ایک بے نظیر دوا ہے قیمت ۶ر محصولڈاک ۵ر ایک درجن کی قیمت چار روپیہ (للعہ ر)

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے ملیں گی ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

Digitized by Khilafat Library

مطبع میگزین پریس قادیان میں منیجر میگزین کے اہتمام سے صدر انجمن احمدیہ کے لیئے چھپا پا گیا۔